ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت
ملتان

8 رمضان المبارک 1433ء —— اگست 2012ء

شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن
هدًى للناس وبينٰت من الهدىٰ والفرقان

علی رضی اللہ عنہ

اک جلوۂ مخفی

علی مولیٰ ہے نسبت میں
علی اولیٰ محبت میں

بشارت ہے، ولایت ہے
وہ برتر سابقیت میں

علی قاضی بھی، غازی بھی
علی اقضیٰ ہے امت میں

علی اک جلوۂ مخفی
علی اعلیٰ امامت میں

علی تنہا قدامت میں
علی چوتھا خلافت میں

ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ
ملتان، ۲۱ رمضان ۱۴۱۹ھ / جنوری ۱۹۹۹ء

برما کے مظلوم مسلمان اور دنیا کی مجرمانہ خاموشی

- روزہ: اسلام کی تیسری بنیاد
- سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
- امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری { خوش گوار یادیں، ایمان افروز واقعات }
- سیاستِ نبوی اور فرنگی کی ''پالیٹکس''
- قادیانی سازشوں کے سائے

بیاد مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ـــــ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ معمورہ

بانی: سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ
قائم شدہ: 28 نومبر 1961ء

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

خصوصیات

★ الحمدللہ مدرسہ معمورہ اپنے تعلیمی وفکری سفر میں ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے
★ درجہ متوسطہ سے درجہ مشکوٰۃ شریف تک داخلے ★ دارالافتاء کا قیام
★ صرف ونحو کا، ماہر اساتذہ کی نگرانی میں اجراء ★ قیام وطعام، وظیفہ اور علاج کی سہولت
★ علمی، فکری، اخلاقی اور روحانی تربیت ★ تقریر وتحریر کی تربیت ★ دارالمطالعہ کی سہولت
★ ماہانہ مجلس ذکر ★ سالانہ ختم نبوت کورس ★ طالبات کے لیے جامعہ بستانِ عائشہ میں حفظ وناظرہ قرآن، درسِ نظامی اور پرائمری، مڈل شعبوں میں تعلیم جاری ہے

تعمیری منصوبے

• وسیع بیسمنٹ ہال • دارالقرآن • دارالحدیث
• دارالمطالعہ اور دارالاقامہ کے لیے 24 کمروں پر مشتمل دومنزلہ

عمارت کی تعمیر شروع کی جارہی ہے۔ لاگت فی کمرہ چار لاکھ روپے ہے۔ صدقہ جاریہ میں حصہ لیں اور نقد وسامانِ تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرما کر اجر حاصل کریں۔
نیز طلباء کی ضروریات کے لیے زکوٰۃ وعشر، صدقات اور عطیات سے تعاون فرمائیں۔

ترسیل زر:
بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری مدرسہ معمورہ
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 2-3017 یو بی ایل کچہری روڈ ملتان
بذریعہ آن لائن: 2-3017-010 بینک کوڈ: 0165

رابطہ:
061 - 4511961
0300-6326621
majlisahrar@yahoo.com
majlisahrar@hotmail.com

الداعی الی الخیر: ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری — مہتمم مدرسہ معمورہ ملتان

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جلد 23 شمارہ 08 رمضان 1433ھ — اگست 2012ء

Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411

بیاد: سید الاحرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

تشکیل

دل کی بات:	رمضان المبارک اور ہماری ذمہ داریاں	مدیر	2
شذرہ:	برما کے مظلوم مسلمان اور دنیا کی مجرمانہ خاموشی	مدیر	3
,,	یوم تحفظ ختم نبوت: ماتحت مجالس احرار متوجہ ہوں!	عبداللطیف خالد چیمہ	4
انتخاب:	قادیانیوں کے حوالے سے امریکی مطالبات درست نہیں	اداریہ: روزنامہ ''خبریں''	5
دین و دانش:	روزہ: اسلام کی تیسری بنیاد	مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ	8
,,	عید الفطر..... صدقۃ الفطر (فضائل، احکام، مسائل)	افادات مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ	13
,,	امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	پروفیسر قاضی محمد طاہر الہاشمی	16
,,	اُن کی لاٹھیوں میں نور	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	22
شاعری:	سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	شورش کاشمیریؒ	24
,,	یہ ماہِ منور جسے کہتے ہیں رمضان	مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ	25
,,	قائد اعظم	حبیب جالب	26
افکار:	سیاستِ نبوی اور فرنگی کی ''پالیٹکس''	نوید مسعود ہاشمی	27
شخصیت:	امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ خوش گوار یادیں، ایمان افروز واقعات	مولانا محمد یٰسین مدظلہ	30
آپ بیتی:	ورق ورق زندگی (قسط: ۱۵)	پروفیسر خالد شبیر احمد	36
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب	جاوید اختر بھٹی	44
یادِ رفتگاں:	آہ! ہماری امی جان: لختِ جگر حضرت مولانا محمد گل شیر شہید رحمۃ اللہ علیہ	مفتی ہارون مطیع اللہ	46
مطالعۂ قادیانیت:	قادیانیت کا پسِ منظر اور سازشوں کے منحوس سائے	ڈاکٹر محمد عمر فاروق	51
,,	قادیانی مرتد (نظم)	علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ	53
,,	قادیانی سربراہ، مرزا مسرور کا دورۂ امریکا	سیف اللہ خالد	54
,,	بشریٰ گوہر اور قادیانیوں کی بے جا حمایت	قاضی محمد یعقوب	57
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں	ادارہ	59
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	62
	نقشہ برائے ادائیگی زکوٰۃ	مولانا اعجاز احمد صمدانی	63

فیضانِ نظر
حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی
حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم، ابنِ امیرِ شریعت

مدیر مسئول
سید محمد کفیل بخاری
kafeel.bukhari@gmail.com

رفقائے فکر
عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد
مولانا محمد منشیرہ • محمد عمر فاروق
قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس
سید صبیح الحسن ہمدانی
sabeeh.hamdani@gmail.com

سید عطاء المنان بخاری
atabukhari@gmail.com

تزئین
محمد نعمان سنجرانی
nomansanjrani@gmail.com

سرکولیشن منیجر
محمد یوسف شاد 0300-7045095

زرِ تعاون سالانہ
اندرونِ ملک —— -/200 روپے
بیرونِ ملک —— -/1500 روپے
فی شمارہ —— -/20 روپے

ترسیلِ زر بنام: ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت
بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100
بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ایم ڈی اے چوک ملتان

رابطہ
www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com
دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
☎061-4511961

تحریک تحفظ ختم نبوۃ شعبۂ تبلیغ مجلس احرار اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

دل کی بات مدیر

رمضان المبارک اور ہماری ذمہ داریاں

ہمیشہ کی طرح اس سال بھی رمضان المبارک آیا اور جب تک دنیا قائم ہے آتا رہے گا۔ خوش قسمتی سے پاکستان ایک مسلم ملک ہے مگر افسوس کہ حکمرانوں اور قوم کی اجتماعی بداعمالیوں اور دین سے بغاوت نے اسے ایک اسلامی ملک نہ بننے دیا۔ روزوں کی عبادت تو سال کے ایک مہینہ میں ہے لیکن ایلیٹ کلاس نے یہاں فرض نماز کو ''ایکسرسائز'' اور ''مولویوں کا کام'' قرار دے دیا۔ روزہ اور نماز کے ذریعے تقویٰ اور پرہیز گاری کی نعمت حاصل کرنا تو بڑی سعادت کی بات ہے۔ یہاں کے ''ثقافتیے'' ان فرائض کا تمسخر اور مذاق اڑا رہے ہیں۔ شعائرِ دینی کی تضحیک اور توہین کو بہت بڑا کارنامہ اور کامیابی قرار دیا جا رہا ہے۔

مختلف ٹی وی چینلز پر آبرو باختہ، بے حیا و بے حجاب، فحاشی و عریانی کی علانیہ دعوت دینے والی بے غیرت اور بے حمیت زنانِ فاحشہ اور بے روزہ و بے نماز دیوث حضرات روزہ کے فضائل و مسائل پر بھاشن اور ویا کھیان دے رہے ہیں۔ جہالت کی جگالی کر رہے ہیں اور یہود و نصاریٰ کے اجرتی نوکر بن کر اُن کے ایجنڈے کے مطابق اسلام کی نصرانی تعبیر و تشریح کر کے مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ اخبارات و جرائد کے رنگارنگ ایڈیشن بے پردا اور بدکار عورتوں کی تصاویر سے سجے ہوئے ہیں اور اُن کے انٹرویوز کے ذریعے روزے کے فوائد و برکات، رحمتوں اور برکتوں کے موسمِ بہار سے قوم کو مستفید کیا جا رہا ہے۔

شیاطین تو قید ہیں لیکن اُن کے نمائندے حکمران آزاد ہیں۔ جنھوں نے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا دونوں کو کھلی آزادی دے رکھی ہے کہ وہ منکرات و فواحش کو پھیلانے اور شعائرِ اسلامی کا مذاق اڑانے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑیں۔ اقبال نے سچ کہا تھا:

ع...... یہ مسلماں ہیں جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود

اقتدار پر قابض و مسلط اور براجمان طبقۂ خبیثہ اور میڈیا کی اسکرین پر چھائے ہوئے تاریک سناٹوں کی پیداوار الٹے سیدھے جامے وطن عزیز کو تباہ و برباد کرنے پر تلے بیٹھے ہیں۔ انھوں نے ملک کو تقسیم کرنے، بددیانت معاشرہ تشکیل دینے اور دین بیزار ماحول پیدا کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ تمام دینی طبقات کے علماء اور سچے مسلمانوں کی دینی و اخلاقی اور وطنی ذمہ داری ہے کہ وہ اس بدترین صورت حال کے مقابلے کے لیے مستعد ہو جائیں۔ بے دینی و گمراہی کے سیلاب کو روکنے کے لیے اپنی تمام توانائیاں صرف کر دیں۔ یہ فریضہ پہلے آپ کے اسلاف نے انجام دیا تھا۔ اب آپ ادا کریں۔ توحید و ختم نبوت کے علمبردار بن کر، قرآن و سنت کی دعوت لے کر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقشِ قدم پر چل کر طاغوت کا راستہ

روکا جاسکتا ہے۔قوم کوسلامتی کی راہ پر لایا جاسکتا ہے۔مسلمانوں کا ایمان بچایا جاسکتا ہے۔اعمال ومعاملات درست اور اخلاق بلند کیے جاسکتے ہیں۔لادین اور فاشسٹ مقتدروں کا ٹیٹوا دبا کراُن سے چھٹکارا حاصل کیا جاسکتا ہے۔مجبوروں، مقہوروں اور بے نواؤں کو زبان دی جاسکتی ہے۔فضائے بدر پیدا کر کے ایک انقلاب برپا کیا جاسکتا ہے۔رمضان اور قرآن کا اپنے ماننے والوں کو یہی پیغام ہے کہ طاغوت سے مفاہمت کے تمام راستے بند اور مزاحمت کے تمام مسنون راستے کھول دیے جائیں۔''**فک کل نظام**'' بقول امام سید ابوذر بخاریؒ:

جب کِھلا غنچۂ ایقاں تو فسوں زارِ جہاں — صورتِ برقِ تپاں شعلہ فشاں بھڑکے گا
میں تو کہتا ہوں طواغیت تڑپ اٹھیں گے — دستِ الہام سے جب عقل کا در کھڑکے گا
بجلیاں ظلم کی گرتی ہوئی رک جائیں گی — اتنی شدت سے میرا رعدِ فغاں کڑکے گا

برما کے مظلوم مسلمان اور دنیا کی مجرمانہ خاموشی:

برما (ارکان) کے مسلمانوں کو تاریخ کے بدترین مصائب کا سامنا ہے۔اُن کا قصور یہ ہے کہ وہ مسلمان ہیں۔وہ اسلام پر زندہ رہنا اور اسلام پر ہی مرنا چاہتے ہیں۔بدھ بھکشو اُن پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ رہے ہیں۔نوے ہزار برمی مسلمان نقل مکانی کر چکے ہیں۔چالیس ہزار کے قریب قتل ہو چکے ہیں۔تین سو سے زائد مساجد بند کردی گئی ہیں۔لیکن دنیا بھر کا میڈیا خاموش ہے۔مسلمانوں کے قتلِ عام اور انسانی حقوق کی پامالی کی خبروں کا بلیک آؤٹ ہے۔امن عالم اور انسانی حقوق کے تحفظ کا دعویدار ادارہ اقوامِ متحدہ خاموش ہے۔مسلم حکمرانوں کو سانپ سونگھ گیا ہے۔ہمسائے ملک بنگلہ دیش نے برمی بھائیوں کے لیے اپنی سرحدیں بند کردی ہیں۔پاکستانی حکمرانوں نے امریکی غلامی میں چپ سادھ لی ہے۔پوری مسلم اُمہ نے مجرمانہ خاموشی اختیار کرلی ہے۔ان پر ایک موت آسا سکوت طاری ہے۔پاکستانی بے غیرت میڈیا بھی چپ ہے۔روشن خیال، ترقی پسند، انسان دوست، سیکولر اور ''وسیع النسب'' اینکر پرسن، تجزیہ نگار اور کالم نویس ایک غیر مسلم اداکار راجیش کھنہ کی موت پر تو آنسو بہا رہے ہیں لیکن انھیں برما میں ہزاروں مسلمانوں کے تڑپتے لاشے نظر نہیں آرہے۔سگریٹ کے ایک کش، کیلے کی ایک پھلی، بستر کی ایک شکن اور ڈالروں کی چمک پر بِکنے اور بکنے والے میڈیائی کیڑے مکوڑے اور سنڈیاں یاد رکھیں کہ وہ اِس جرم کی سزا ضرور بھگتیں گے اور اسی دنیا میں حساب دیں گے۔بے ضمیرو! تم پر برا وقت آیا تو کوئی بدھ بھکشو تمہارے منہ پر تھوکنے بھی نہیں آئے گا۔

برما کے غیور و بہادر مسلمانو! تمہاری کیا ہی بات ہے۔تم نے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وفاداری کی لازوال مثال قائم کی ہے۔تمہاری استقامت، تمہاری جرأت اور تمہارے صبر کو سلام۔صد ہزاراں سلام۔تمہارا خون رنگ لائے گا۔تمہاری قربانی وایثار کا سورج یقیناً چمکے گا۔برما میں بہار آئے گی اور بے اختیار آئے گی۔ظلم کی رات چھٹنے والی ہے اور سچ کا دن روشن ہونے والا ہے۔اللہ کی مدد تمہارے استقبال کی منتظر ہے۔☆☆☆

یومِ تحفظ ختم نبوت: ماتحت مجالس احرار متوجہ ہوں!

عبداللطیف خالد چیمہ *

۳۸ سال قبل ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کو پارلیمنٹ میں لاہوری وقادیانی مرزائیوں کو متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا۔ اِس تاریخی دن کو الحمدللہ، ثم الحمدللہ مجلس احرارِ اسلام نے عرصہ دراز پہلے منانے کا آغاز کیا جواب ملک کے طول وعرض میں منایا جاتا ہے اور مختلف اخبارات ورسائل اِس مناسبت سے ایڈیشن اور مضامین شائع کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اِس دن کی صدائے بازگشت دنیا بھر میں سنی جاتی ہے۔ اِس دفعہ حسنِ اتفاق سے ۷/ستمبر جمعتہ المبارک کو بنتا ہے۔ اس نسبت سے تمام مکاتب فکر کے علماء کرام اور خطباء عظام سے درخواست ہے کہ وہ اس روز اپنے خطبات جمعتہ المبارک میں ''تحفظ ختم نبوت'' کی اہمیت وفضیلت کو اجاگر کریں اور قادیانی ریشہ دوانیوں سے قوم کو آگاہ کریں۔ مجلس احرارِ اسلام کی تمام ماتحت شاخوں اور معاون اداروں کو تاکید کی جاتی ہے کہ وہ ۷/ستمبر کو ''یوم تحفظ ختم نبوت'' کو پہلے سے زیادہ شان و شوکت اور جوش وخروش سے منائیں اور ممکن حد تک مشترکہ اجتماعات کے ذریعے تمام مکاتب فکر کی نمائندگی کو یقینی بنائیں۔

تازہ ترین صورتحال کے حوالے سے یہ بات طشت از بام ہو چکی ہے اور اخباری ریکارڈ کا حصہ بن چکی ہے کہ امریکہ نے قادیانی مرزا مسرور کو امریکہ یاترا کے دوران مکمل حمایت کی یقین دہانی کرائی ہے جبکہ قادیانی امریکہ کے پاس پاکستان اور انڈونیشیا میں کھلی چھٹی نہ ملنے کا رونا روتے رہے ہیں۔ امریکہ کا اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ قادیانیت کے زہر کو مسلم ممالک میں پھیلانے کے لیے خصوصی مہم پر ہے۔ قادیانیوں نے اپنے باغی گروپ کے سربراہ چودھری احمد یوسف کو قتل کیا اور اب اس کے قتل سے بچنے کے لیے امریکی حکام کے سامنے رونا رو رہے ہیں۔ اس قسم کی صورتحال سے نمٹنے کے لیے زیادہ ضروری ہوگیا ہے کہ تحریک ختم نبوت سے متعلق جماعتیں، ادارے اور شخصیات سر جوڑ کر بیٹھیں اور مشترکہ لائحہ عمل کی طرف آئیں تاکہ فتنۂ ارتداد مرزائیہ کا نہ صرف دینی محاذ پر بلکہ سیاسی و معاشرتی سطح پر بھی مکمل تدارک اور سدباب کیا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ آپ اور ہم سب کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصبِ رسالت وختم نبوت کے تحفظ کے لے یکسو ہو کر کام کو آگے بڑھانے کی توفیق سے نوازیں۔ آمین ثم آمین

* سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان

قادیانیوں کے حوالے سے امریکی مطالبات درست نہیں

اداریہ: روزنامہ ''خبریں''

امریکی کانگریس کے ارکان نے قادیانیوں کے عالمی لیڈر مرزا مسرور احمد کو اپنی حمایت کی پیشکش کی ہے، مرزا مسرور احمد کے دورہ واشنگٹن کے موقع پر امریکیوں نے دیدہ دل فرش راہ کر دیے، امریکی عہدے دار کیتھ ایلین نے کہا ہے کہ قادیانیوں کو پاکستان میں مسائل کا سامنا ہے، کمیشن کی چیئرپرسن قطرینہ لینٹس نے امریکہ پر زور دیا کہ وہ پاکستان اور انڈونیشیا پر دباؤ ڈالے کہ وہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے متعلق قوانین میں ترمیم کرے، انہوں نے کہا کہ امریکہ کو ایسی حکومتوں کی خاص طور پر مخالفت کرنی چاہیے جو قادیانیوں کو نشانہ بناتی ہیں۔

ارکان امریکی کانگریس کی جانب سے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا قانون ختم کرنے کا مطالبہ نہ صرف دینی معاملات میں مداخلت بلکہ پاکستان کو ڈکٹیشن دینے کے مترادف ہے۔ پاکستان ایک اسلامی جمہوری ملک ہے جہاں تمام مذاہب کے لوگ بستے ہیں اور انہیں یکساں حقوق حاصل ہیں۔ ہر کوئی اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزار رہا ہے۔ یہ حق قادیانیوں کو بھی حاصل ہے۔ امریکی کانگریس کے ارکان کا قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے سے متعلق قانون کو ختم کرنے کے مطالبے کے پس پردہ مقاصد اس کے سوا اور کیا ہو سکتے ہیں کہ پاکستان کو دباؤ میں لا کر خطے میں امریکی مفادات کے لیے تعاون حاصل کیا جائے۔ یاد رہے کہ کچھ عرصہ قبل امریکی کانگریس میں آزاد بلوچستان بارے بھی قرارداد پیش کی گئی تھی۔ اس کے پیچھے بھی ایک گہری سازش تھی اور اب قادیانیوں کے حوالے سے مطالبہ بھی ویسی ہی کسی چال کا عندیہ دینے کے لیے کافی ہے۔ امریکی حکام اور ذرائع ابلاغ نے بلوچستان میں پاکستانی سکیورٹی فورسز بارے جھوٹی کہانیاں گھڑ کر دنیا کو گمراہ کرنے کی کوشش کی تھی اب شاید وہ قادیانیوں پر مظالم کی جھوٹی کہانیاں سنانے کا ارادہ رکھتا ہے لیکن پاکستان کے ۱۸ کروڑ عوام جن میں غیر مسلم بھی شامل ہیں اس سازش کو ناکام بنا دیں گے۔ دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں نہ صرف مسلمانوں کو زندگی گزارنے کے سنہری اصول بتائے گئے ہیں بلکہ مسلم ملک میں رہنے والے غیر مسلموں کے حقوق کا بھی تحفظ کیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ ۱۹۷۴ء میں پارلیمنٹ نے احمدیوں کو نان مسلم اقلیت قرار دیا تھا۔ پاکستان میں ۷ ستمبر کو قومی اسمبلی سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی مناسبت سے ''یوم تحفظِ ختمِ نبوّت'' منایا جاتا ہے۔ یہ کوئی سیاسی نہیں عقیدے کا معاملہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں جس کی قادیانی نفی کرتے ہیں اور ایسا سمجھنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے لہٰذا اسلامی جمہوریہ پاکستان کی پارلیمنٹ کا قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے لیے بنایا گیا قانون کوئی سیاسی

نہیں ہے جسے امریکہ کے دباؤ پر ختم کر دیا جائے۔ یہ پاکستان ہی نہیں دنیا میں بسنے والے شمع رسالت کے اربوں نہیں بلکہ کھربوں پروانوں کے ایمان کا معاملہ ہے جنہوں نے تحفظ ناموسِ رسالت کے لیے جان کی قربانیاں دینے سے بھی گریز نہیں کیا اور آج بھی وہ اللہ کے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وتوقیر کے لیے جان کا نذرانہ پیش کرنے کو تیار ہیں۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اگرچہ ۱۹۷۴ء میں قرار دیا گیا لیکن اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو تحریک تحفظ ختم نبوّت کا سلسلہ ۱۸۸۰ء سے پہلے تک جاتا ہے۔ قادیانیت کے خالق مرزا غلام احمد نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا جس کے خلاف تحریکِ ختم نبوّت نے ۱۹۳۴ء میں اس وقت زور پکڑا جب مجلس احرارِ اسلام نے احرار تبلیغ کا جلسہ بھارت میں احمدیوں کے ہیڈ کوارٹر کے سامنے منعقد کیا۔ پھر برصغیر کی تقسیم کے بعد جب سر ظفر اللہ خان پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ بنے تو مؤرخین کے مطابق انہوں نے احمدیہ مسلم کمیونٹی کی سرپرستی شروع کر دی اور اس کے لیے اپنا آفس بھی استعمال کرنے سے گریز نہیں کیا جس کے خلاف تمام مذہبی اور سیاسی جماعتوں نے آواز بلند کی اور کل جماعتی مجلس عمل تحفظِ ختم نبوّت کے پلیٹ فارم سے ظفر اللہ کو وزارت خارجہ کے لیے نااہل قرار دینے، احمدیوں کو اعلیٰ حکومتی عہدوں سے ہٹانے اور غیر مسلم قرار دینے کا مطالبہ کیا۔ ۱۹۴۹ء سے شروع ہونے والی اس تحریک کو اس وقت کامیابی حاصل ہوئی جب ۱۹۷۳ء میں آزاد جموں وکشمیر کے صدر سردار عبدالقیوم نے احمدیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا جس کے بعد دسمبر ۱۹۷۴ء میں پاکستان کی پارلیمنٹ نے احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا قانون منظور کر لیا اور آئین پاکستان میں ملک کے صدر اور وزیر اعظم کے لیے مسلمان ہونا لازمی قرار دیا گیا۔

تحریکِ ختم نبوّت میں سینکڑوں مسلمانوں کا خون شامل ہے اس لیے امریکہ بہادر کو یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ اس کے نام نہاد انسانی حقوق کا مسئلہ نہیں، دین کا معاملہ ہے جس میں ٹانگ اڑانے سے باز رہنا ہی بہتر ہوگا۔ وہ پہلے بلوچستان اور اب قادیانیوں پر نام نہاد مظالم کو انسانی حقوق سے جوڑ کر پاکستان کو دنیا میں بدنام کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور اس کے لیے اس نے ایک ایسے وقت کا انتخاب کیا ہے جب پاکستان اقتصادی اور سیاسی مسائل سے دوچار ہے اسی لیے وہ اسے دباؤ میں لا کر اپنے مفادات حاصل کرنا چاہتا ہے۔ قبل ازیں بھی امریکہ پاکستان کو زیر کرنے کے لیے منفی ہتھکنڈے استعمال کرتا رہا ہے جبکہ افسوس ناک پہلو تو یہ ہے کہ اسے ہر دور میں ڈالروں کے عوض بکنے والے آلہ کار میسر آتے رہے ہیں۔ آج بلوچستان کے معاملے میں بھی وہ ایسے ہی آلہ کاروں کے ذریعے اپنے مذموم مقاصد حاصل کرنا چاہتا ہے۔ کچھ ایسا ہی معاملہ قادیانیوں کے حوالے سے بھی دیکھنے کو مل رہا ہے اور اس کے آلۂ کار Zionists Agenda پر عمل پیرا ہیں۔ Zion کے لفظی معنیٰ یروشلم کی وہ پہاڑی ہے جہاں ڈیوڈ کا شہر آباد ہے یا مسیحیوں کا چرچ ہے اس لیے قادیانیوں کا نیا شوشہ امریکہ، برطانیہ اور اسرائیل کا مشترکہ ایجنڈا ہے۔ اسی طرح بلوچستان کی صورت حال خراب کرنے میں ان تینوں ملکوں کے ساتھ بھارت کے ملوث ہونے کے ثبوت بھی ملے ہیں۔ امریکی کانگریسی ارکان کا قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے قانون کو ختم کرنے کے مطالبے کو غیر اہم سمجھ کر نظر انداز نہیں کیا جانا چاہیے۔ حکومت کی جانب سے اس کا سخت نوٹس لینے کی ضرورت ہے ورنہ امریکہ دشنام طرازیوں اور ملکی معاملات میں مداخلت سے باز نہیں آئے گا۔ اس کے لیے

بھرپور سفارتی مہم شروع کی جائے اور خصوصاً اسلامی ممالک کو اعتماد میں لا جائے۔ امریکہ کو خطے میں اپنی مستقل موجودگی یقینی بنانے کے لیے پاکستان کی ضرورت ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ صدر اوباما کے اعلان کے مطابق ۲۰۱۴ء میں افغانستان سے پُرامن فوجی انخلاء پاکستان کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں جو سلالہ چیک پوسٹ پر نیٹو فورسز کے حملے پر معافی مانگنے کی ضد کیے ہوئے ہے اور ردعمل میں نیٹو سپلائی بھی روک رکھی ہے۔ امریکہ معافی کو اپنی توہین سمجھتا ہے اس لیے وہ دباؤ کے اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آیا ہے۔ بات اب ملکی سلامتی و خود مختاری سے بڑھ کر دین اسلام تک آن پہنچی ہے اور یہی ان کا ٹارگٹ ہے جس کا اظہار خود سابق امریکی صدر جارج بش نے 9/11 کے بعد دہشت گردی کے خلاف نام نہاد جنگ کو مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگ قرار دے کر کیا تھا۔ افغانستان میں امریکی فوجیوں کی جانب سے قرآن پاک کی بے حرمتی کے واقعات بھی اسی سلسلے کی کڑی ہیں۔ اس لیے اب وقت آ گیا ہے کہ مسلم اُمّہ باہمی رنجشوں کو بھلا کر دین مبین کی عظمت اور تحفظ ناموسِ رسالت کے لیے متحد ہو جائے کیونکہ ہم نے خود کو فرقوں میں بانٹ کر اس قدر کمزور کر لیا ہے کہ اسلام دشمن قوتوں کو دین حق پر حملے کرنے کا موقع مل گیا۔ اس لیے ہمیں اقبال کے اس شعر کو مشعل راہ بنانا چاہیے۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

(مطبوعہ: روزنامہ ''خبریں'' ملتان۔ ۳۰ر جون ۲۰۱۲ء)

قادیانی مصنوعات شیزان، سپیڈ، ثمر قند کا بائیکاٹ

تمام مسلمانوں سے اپیل ہے کہ قادیانی مصنوعات

① شیزان ② سپیڈ (انرجی ڈرنک) ③ ثمر قند

تینوں بوتل، جوس، شربت اور دیگر سکوائش اور جوسز کا بائیکاٹ کریں

شیزان کی ۳۰ فیصد آمدنی چناب نگر جاتی ہے جس سے مسلمانوں کو گمراہ کیا جاتا ہے

ان ناپاک مصنوعات کے استعمال سے

خود بچیں　　اپنے گھر والوں کو بچائیں　　اور　　عام مسلمانوں کو بھی بچائیں

تحریک تحفظِ ختم نبوتؐ (شعبۂ تبلیغ) مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

روزہ: اسلام کی تیسری بنیاد

سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ علیہ

انسان پیدائشی طور پر ایک حیوان ہی ہے جو بقیہ حیوانوں سے عقل اور مزاج کے باعث ممتاز اور افضل ہے۔ اس کی تخلیق مرحلہ وار ہوئی ہے اور اجزاءِ تخلیق اس کے ذاتی اور داخلی مؤثر اسباب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر حیوانی صفات غالب آجائیں تو یہ حیوانوں سے بدتر ہو جاتا ہے اور اگر داخلی ملکوتی صفات غالب آجائیں تو یہ اپنے خالق کا قرب پالیتا ہے۔ اسی لیے اللہ پاک نے اس کے مزاج اور طبیعت کی تخلیق کے ساتھ ہی اسے کچھ عملی ضابطے بھی دیئے تاکہ یہ اپنی عقل، مزاج اور طبیعت کی اصلاح کر سکے اور حیوانیت وملکوتیت کے بین بین انسانیت قائم رکھ سکے اور اسے بلندیوں تک لے جائے۔ اس سلسلۂ انسانیت کی بقاء وارتقاء کے لیے نبوت کی نعمت سے بھی انسان کو ہی سرفراز فرمایا اور تمام عملی ضابطے بھی انبیاء کی عملی وفکری تعلیم کے ذریعے انسانوں تک پہنچائے۔ انسان چاہے محلات کا باسی ہو یا جھونپڑوں کا مکین‘ اللہ کے ہاں سب برابر ہیں:

اَلْخَلْقُ کُلُّهُمْ عَيَالُ اللّٰهِ۔ مخلوق (انسان) ساری کی ساری اللہ کا کنبہ ہے۔ (الحدیث)

ظاہر ہے اللہ اپنے کنبے کے لیے الگ الگ قوانین وضع نہیں کرتا بلکہ کنبہ کی خلقی برابری قائم رکھتے ہوئے انہیں عملی زندگی کا نقشہ عطا فرماتا ہے اور بہترین نقشہ نبیوں کی زندگی قرار دیتا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. (تم کو بھلی تھی سیکھنی رسول کی چال) (الاحزاب:21)

اگر انسان سیکھے بغیر ہی اپنی اصلاح کر سکتا تو نبوت کی ضرورت تھی، نہ وحی والہام کی۔ انسان کا خالق ومالک خوب جانتا ہے کہ اس کی طبیعت ومزاج میں کیا خامی ہے۔ اور اس خامی کو کیسے دور کیا جا سکتا ہے اور اس کا جو سب سے بہتر طریقہ تھا وہ عطا فرمایا اور اس کی اتباع ہم پر لازم وواجب کر دی۔ اتباع اور اطاعت کے اسی سنہری سلسلہ کا ایک بہت ہی اہم رکن صوم (روزہ) ہے۔

صوم کے لغوی معنیٰ کسی بھی عمل سے رکنا ہے خصوصاً کھانے، بولنے اور چلنے سے رکنے کا نام صوم ہے۔ رکی اور ٹھہری ہوئی ہوا کو بھی صوم کہا گیا ہے۔ اور دن کے کلیجے میں رکے ہوئے سورج (استواءِ شمس نصف النہار) کو بھی صوم کہا گیا ہے۔ نہ چلنے والے، نہ چرنے والے گھوڑے کو بھی صائم کہا گیا ہے۔ شریعتِ مطہرہ میں اس کا معنیٰ ومفہوم یہ ہے...... ایک عاقل وبالغ مسلمان انسان سحر سے

مغرب تک اللہ کی رضا اور محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت کے لیے اپنی تمام حلال اور طیب لذتوں کو بھی خیر باد کہہ دے۔ صوم کا لفظ قرآن کریم میں اپنی مختلف صورتوں کے ساتھ ۱۳ مرتبہ آیا ہے اور ہر جگہ اس کا یہی معنیٰ ومفہوم ہے۔ چونکہ قرآن کریم مجموعۂ قوانین و احکام ہے۔ حکم خواہ بالواسطہ ہو یا بلا واسطہ خبر کی صورت میں ہو یا افشاء کی صورت میں، حکم کا درجہ رکھتا ہے۔ اس اعتبار سے تیرہ مرتبہ روزے کا حکم دیا گیا جس سے اس کی معاشی اور معادی حیثیت واضح ہوگئی اور کسی قسم کا خرخشہ باقی نہ رہا۔ کچھ لوگوں کا ''یورپی نفس'' اس کو بہت ہی گراں سمجھتا ہے۔ ان سے قرآن نمٹتا ہے اور کہتا ہے کہ: ''یہ روزے صرف تم ہی پر فرض نہیں کیے گئے بلکہ تم سے پہلے بھی جو لوگ تھے ان پر بھی روزے فرض تھے۔'' پھر یہ کہ: ''تم روزے رکھو کہ روزہ تمہارے لیے بہت ہی بہتر ہے۔''...... جس عمل کو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے لیے بہتر فرمادے اسے غلط، بے ڈھب، اور بے جا مشقت کہنا خالصتاً حیوانیت ہے۔ جبکہ حیاتِ طیّبہ حاصل کرنے کے لیے بہت ہی ضروری ہے کہ انسان کامل سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بہر نوع اتباع کی جائے۔ خود روزہ نہیں رکھ سکتا، بیمار ہے یا ضعیف عمر رسیدہ ہے تو کسی کو روزہ کے لیے (اپنی حیثیت کے مطابق) خرچ دیدے، جس کی کم سے کم حیثیت ایک ٹوپہ گندم یا اس کی قیمت ہے۔

روزے کی حکمت:

روزہ رکھنے کی حکمت قرآن کریم نے خود بیان کی ہے۔ **لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ** (تاکہ تم متقی بن جاؤ) (البقرہ:183)

متقی کے معنی صوفیاء نے بیان کئے ہیں کہ مشتبہ چیزوں سے بھی بچو اور فقہاء کے ہاں اس کا معنیٰ ہے حرام سے بچو۔ اب روزہ کے حقیقی معنیٰ یوں ہوں گے کہ حلال وطیب چیزوں سے بھی اپنے آپ کو روک لو یعنی نفس میں ایسا قوی جذبہ پیدا کرلیا جائے کہ آدمی جب بھی کسی بات، کسی عمل اور کسی بھی چیز سے رکنا چاہے تو رک سکے۔ حتیٰ کہ حلال لذّتوں، طیّب کھانوں اور جائز راحت وآرام کو بھی چھوڑنا چاہے تو چھوڑ سکے۔ چودھری افضل حق مرحوم نے لکھا ہے: ''اسلام مساوات کی تعلیم دیتا ہے، نماز مجلسی مساوات کا درس دیتی ہے اور روزہ اقتصادی مساوات کے لیے تلخ حقیقت کا تجربہ ہے''۔ ایک اور جگہ یوں رقمطراز ہیں۔ ''اس لیے مساوات پسند مذہب نے روزہ کا حکم دے کر غریب کی زندگی کی ہلکی سی جھلک دکھا کر کہا کہ ان کا احساس کرو جو ملک کے غلط نظام کے باعث فاقوں مر رہے ہیں''۔ روزہ نہ رکھنے والے سرمایہ دار اور جاگیر دار، حکمرانوں اور سیاست دانوں کی حیوانیت پر ضرب لگاتے ہوئے چودھری صاحب یوں حملہ آور ہوتے ہیں: ''امراء تو رمضان سے پہلے ہی اپنے دوستوں میں (حلقۂ ستائشِ باہمی) اپنی بیماری کا پروپیگنڈا کرنا شروع کر دیتے ہیں اور قسم کھانے کو احتیاطاً ڈاکٹر سے دو دن پہلے سر چکرانے کا نسخہ بھی لے لیتے ہیں تاکہ سند رہے۔ روزہ سے بچنے کے لیے وہ بیماری کی ساری صورتیں قبول کرلیتے ہیں مگر معمولی فاقہ کی مصیبت نہیں اٹھا سکتے۔ غریب روزہ رکھ کر قرآن خوانی اور نوافل میں وقت گزار لیتے ہیں امیر کمزور اور بیمار پر روزے کے ''برے'' اثرات کے دلائل ڈھونڈنے اور احباب میں اس کی کیفیت بیان کرنے میں بسر کرتے ہیں۔ اور ساتھ ہی آہ بھر کر اپنی لات کی بیماری کی شکایت کر کے کہتے ہیں کہ دل تو چاہتا ہے کہ روزے رکھوں مگر ڈاکٹر آڑے آتا ہے۔ جی مسوس کر رہ جاتا ہوں۔''

اب تو ”من حراموں“ کی ایک طویل فہرست ہے جو روزہ نہیں رکھتے کیوں کہ انھوں نے کلچرل ہونے کو مذہب پر ترجیح دی ہے۔ کیا مرد کیا عورتیں کیا امیر اور کیا غریب اس حمام میں سب ننگے اور کلچرل ہیں۔ (فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ) اور اگر کسی سولائزڈ آدمی نے اکیسویں رمضان کا روزہ رکھنے کی مذہب پر ”مہربانی“ کر بھی لی تو اخبارات میں اس موذی کا نام ”صائمین“ کی فہرست میں سرفہرست ہوگا۔ افطاری اور دعاؤں کی دھوم مچی ہوگی۔ مگر ہوتا یہ ہے کہ وہ ظہر تک تو تاب لاتے ہیں پھر اس کے بعد دل دماغ، زبان سب بے قابو ہو جاتے ہیں گھر میں ایک ادھم مچ جاتا ہے۔ بیوی بچے یوں دبکے چھپے بیٹھے ہوئے ہیں جیسے ملزم تھانے میں اور روزہ دار صاحب بہادر کے اول فول اور گالیوں کا نشانہ۔ ہمارے ہاں اخبارات کے مالکان رمضان میں بھی اخبار فروخت کرنے کے ثقفی حیلے تلاش کر لیتے ہیں کبھی طبلہ وسارنگی سے سنگت کر لیتے ہیں اور کبھی کسی رنڈی کی ننگی فوٹو اخبار کے سینہ پر سجا لیتے ہیں۔ قومی اخبارات وجرائد کا یہ رویہ شرمناک ہے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر 8 گھنٹے کے مسلسل پروگرام میں روزہ، رمضان، قرآن، اذان کے لیے بمشکل 25 منٹ اور باقی قتلِ اسلام کے منظور شدہ پروگرام کے لیے۔

ایک چہرے پر کئی چہرے سجا لیتے ہیں لوگ

روزہ کی فرضیت:

مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی تو اس کے متصل ہی 2 ہجری میں اس امت پر روزے فرض ہوئے۔ گویا تکمیل اسلام میں ہجرت اور روزہ شانہ بشانہ ہیں یعنی اسلام کا عروج مشقتوں اور صعوبتوں کی راہ سے ہو کر آتا ہے۔ راحتوں اور لذتوں سے آشنا نہیں:

ماہِ صیام کا تم سے یہی تقاضا ہے
کہ لَو خدا سے لگاؤ ، صیام کے دن ہیں

روزہ میں بھوک پیاس، لذت وراحت کو چھوڑنے سے صدر اسلام میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ وہ آدمی جسے انسان ہونا میسر نہیں اگر عقل وشعور کی آنکھ کھول کے دیکھے تو صحیح اور سچا انسان وہی نظر آتا ہے جو اپنا دل، آنکھیں، کان، دماغ، نفس اور روح احکام الٰہی کے سامنے ڈال دے...... اطاعت فرماں برداری اور اتباع کی وہ مثال قائم کرے جس کا نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے 23 برس مطالبہ کیا۔

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ۔

اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرو۔ (النساء:59)

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۔

جس نے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کی بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ (النساء:80)

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مطالبے پر اُمت کا موجودہ منفی ردّعمل کسی عذاب میں تو مبتلا کر سکتا ہے۔ مغفرت،

رحمت، بقاء، ارتقاء اور نجات کی ضمانت ہرگز نہیں دے سکتا۔

اگر دنیا میں عزت، عظمت، آبرو...... اور ترقیاں مطلوب ہیں اور عقبیٰ میں سرخروئی، سرفرازی اور نجات کی آرزو ہے تو ہر عمل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کریں اور اپنی خواہشوں کو روکیں کہ خواہشات ہی ایک ایسی دلدل ہے جس میں دھنسا ہوا کبھی نہیں نکلا۔ یہ ایک ایسا خوبصورت جال ہے جس میں پھنسا ہوا کبھی رہا نہیں ہوا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

''رمضان کا چاند طلوع ہوتے ہی جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں'' اور شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں۔''

روزہ اور روزہ دار کے فضائل:

نسائی میں ایک حدیث سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

اِنَّ اللّٰہَ فَرَضَ صِیَامُ رَمَضَان (عَلَیۡکُمۡ) وَسَنَنۡتُ لَکُمۡ قِیَامَہ' فَمَنۡ صَامَہ' وَقَامَہ' اِیۡمَاناً وَاحۡتِسَاباً خَرَجَ مِنۡ ذُنُوۡبِہٖ کَیَوۡمٍ وَلَدَتۡہ' اُمُّہ' .

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اللہ نے تم پر روزے فرض کیے اور میں نے قیام کی سنت تمہیں دی۔ پس جس نے روزے رکھے ایمان اور احتساب کے ساتھ' وہ گناہوں سے یوں نکل گیا جس طرح پیدائش کے دن تھا۔ یعنی گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَلصَّوۡمُ لِیۡ وَاَنَا اُجۡزٰی بِہٖ (یا) وَاَنَا اَجۡزِیۡ بِہٖ . روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔

کہ روزہ میرے اور بندے کے درمیان ایک بھید ہے (*)۔ اور یہ صرف میرے ساتھ متعلق ہے۔ اسی لیے اس کی جزاء میں خود ہوں یا میں خود براہِ راست دوں گا۔

روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ کے ہاں مشک سے بہتر ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مسواک نہ کی جائے اور منہ گندا رکھا جائے بلکہ اس بُو سے مراد وہ بُو ہے جو خُلُوۡ کی وجہ سے معدہ اور آنتوں سے اُٹھتی ہے اور منہ سے نکلتی ہے اور یہ نتیجہ ہے اُس بھوک پیاس کی تلخی کا جو محض اللہ کی رضا کے لیے انسان برداشت کرتا ہے۔ اس کی پسندیدگی کی حکمت بھی یہی برداشت اور للّٰہیت ہے۔ (واللہ اعلم)

رمضان:

رَمَضَ یَرۡمَضُ' فَتَحَ یَفۡتَحُ کے باب سے ہے۔ معنی ومفہوم یہ ہے کہ پیاس کی شدت سے اندر جل اٹھے اسے کہتے ہیں رَمَضَ الصَّائِمُ روزہ دار کا اندر جل اٹھا۔ رمضان کو رمضان اس لیے بھی کہا گیا کہ یہ شدید گرمیوں میں بھی آتا ہے۔ اس لیے مہینوں کے شمار کنندگان نے اس کا نام رمضان رکھ دیا لیکن سب سے پسندیدہ اس کا سبب جو ذکر کیا گیا وہ یوں ہے کہ:

(*) باقی تمام عبادات ظاہری صورت بھی رکھتی ہیں لیکن روزہ کی ظاہری کوئی ہیئت نہیں ہے۔ اسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس لیے یہ ایک بھید ہے جو اللہ اور بندے کے درمیان ایک خاص رشتہ وتعلق ہے۔

اِنَّمَا سُمِّیَ رَمَضَانُ لِاَنَّہٗ یَرْمَضُ الذُّنُوْبَ اَیْ یُحْرِقُھَا بِا لْاَعْمَالِ الصَّالِحَۃِ

اس ماہ کا نام رمضان اس لیے رکھا گیا کہ یہ اعمالِ صالحہ سے گناہ جلا ڈالتا ہے۔

اس کے پہلے دس دن رحمتِ عامہ کے، درمیان کے دس دن عام بخشش کے اور آخری دس دن جہنم سے آزادی کے، جن لوگوں کے لیے جہنم واجب ہوجاتا ہے۔ (اپنے اعمالِ خبیثہ کی وجہ سے) ان کو بھی عام معافی مل جاتی ہے۔ سبحان اللہ!

کیا خوش نصیب ہے وہ آدم زاد جو اپنی حیوانی جبلتوں کو انسانیت کی رداءِ ابیض میں لپیٹنے کے لیے اللہ جل شانہ اور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے چون و چرا اطاعت کرتا ہے۔ اپنی غلطیوں اور کمزوریوں کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے مالک سے رو رو کر معافیاں مانگتا ہے اور اللہ کی بارگاہ میں یوں پیش ہوتا ہے کہ فرشتے اس کی آمد پر اھلاً وسھلاً ومرحبا کے ڈونگرے برساتے ہیں۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً وَّ ھَیِّیْٔ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (الکھف:10)

''اے ہمارے رب! ہم کو اپنے پاس سے بخشش دے اور ہمارے کام کی درستی کو پورا کر دے۔''

رمضان کی مقدس راتوں میں اور دنوں میں کوئی اللہ کا بندہ میری مغفرت کی بھی دعا کر دے تو بیڑا پار ہے۔

☆......☆......☆

مسائل رمضان المبارک

★ ہر مسلمان عاقل، بالغ مرد و عورت پر فرض ہے کہ رمضان المبارک کا خود روزہ رکھے اور اپنے متعلقین کو روزہ رکھنے کی تلقین کرے۔ چھوٹے بڑے گناہوں سے پرہیز کرے اور نماز باجماعت اور تراویح، تلاوت قرآن، درود شریف اور استغفار و توبہ کو وظیفہ بنائے۔ ★ پندرہ برس سے کم عمر لڑکا' اگر اس میں بلوغت کی دوسری علامت موجود نہ ہو' تراویح میں بھی امام نہیں بن سکتا۔ ★ تراویح میں قرآن پاک سنانے والے کو اجرت دینا جائز نہیں ایسے حافظ کے پیچھے قرآن سننے سے چھوٹی سورتوں کے ساتھ تراویح پڑھنا افضل ہے۔ ★ ڈاڑھی منڈوانے اور شرعی مقدار سے کم رکھنے والے کے پیچھے نماز اور تراویح مکروہ تحریمی ہے۔ ★ تراویح بیس رکعت سنت ہیں۔ دو دو ایک نیت سے پڑھنا مستحب ہے۔ ★ بلاضرورت کوئی چیز چبانا، نمک وغیرہ چکھ کر تھوک دینا، ٹوتھ پیسٹ یا منجن یا کوئلہ سے دانت صاف کرنا روزہ میں مکروہ ہے۔ ★ تمام دن حالت جنابت میں بغیر غسل کیے رہنا، فصد کرانا، کسی مریض کے لیے اپنا خون دینا اگر کمزوری سے روزہ ٹوٹنے کا ڈر ہو تو مکروہ ہے۔ غیبت ہر حال میں حرام ہے، روزہ میں اس کا گناہ اور بڑھ جاتا ہے۔ روزہ میں لڑنا جھگڑنا، گالی دینا خواہ انسان ہو یا کسی بے جان کو یا جاندار کو ان سے بھی روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔ ★ قے اگر منہ بھر کر بھی آئے اور باہر نکل جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ★ انجکشن چاہے وریدی ہو یا گوشت میں لگانے والا اس سے روزہ مکروہ نہیں ہوتا۔ ★ سر ڈھانپ کر نماز پڑھنا سنت متواترہ ہے۔ جان بوجھ کر ننگے سر نماز پڑھنا اور اسے سنت قرار دینا گناہ ہے۔ صدقۂ فطر ہر صاحبِ نصاب پر اپنا اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے ادا کرنا واجب ہے

★ صاحبِ حیثیت فی کس ساڑھے تین کلو کشمش یا جَو یا کھجور کی قیمت بھی ادا کر سکتے ہیں۔

افادات: جانشین امیر شریعت سید ابوذر بخاریؒ　　　　　　　　　　　مرتب: سید محمد کفیل بخاری

عید الفطر......صدقۃ الفطر

(فضائل، احکام، مسائل)

تمہید:

عید الفطر بھی دیگر امتیازات دینیہ کی طرح ایک عظیم اسلامی شعار، ایک دور رس اخلاقی نصاب، ایک مسنون تفریح اور قومی مسرت اور خوشی کا مبارک دن ہے، جسے دنیا والوں کے معمولات کے بالعکس اللہ نے بجائے ایک تہوار کے عبادت کی اہمیت برقرار رکھتے ہوئے اس میں بہ قدرِ ضرورت تفریح کی آمیزش کر کے اسلام کی قوت وعظمت کو دوام بخش دیا ہے۔

ہر مرغوب ومحبوب شے کے حصول اور عزیز مقصد کے انجام پانے پر جب فطرۃً خوشی نصیب ہو تو دستور ہے کہ اس کے اظہار کی کوئی نہ کوئی صورت اور تدبیر ضرور اختیار کی جاتی ہے۔ اسلام نے بھی دین فطرت ہونے کی وجہ سے اس معصوم انسانی جذبہ کی پوری قدر کی اور دین فطرت کی قائل امت مرحومہ کی دلداری وعزت افزائی فرمائی۔ چنانچہ رمضان المبارک کے پاکیزہ مہینے میں مختلف قسم کی شبانہ روز عبادت وریاضت خوش اسلوبی سے مکمل کرنے پر یکم شوال کے دن چند خاص اعمال پر مشتمل ایک مظاہرہ مسرت وتفریح قانوناً مقرر کر دیا ہے۔

تحفۂ عبودیت:

اپنی عزت وجاہت کے لیے نہیں بلکہ حصول اجر وثواب کی نیت کے ساتھ سچے دل سے دیئے ہوئے عطیہ کو صدقہ کہتے ہیں۔ اور ''فطر'' کا معنی ہے ٹوٹنا، کھلنا، جدا ہونا، تو صدقۃ الفطر کا مطلب ہوا۔ ماہ صیام کے جدا ہونے، روزہ کا عمل ٹوٹنے نیز کھانے پینے اور میاں بیوی کے میل جول کی بندش کھلنے پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خلوص قلب سے پیش کیا ہوا ''ہدیہ تشکر''

ہر چھوٹا بڑے کے لیے اور ہر ممنون اپنے محسن ومربی اور مرکز عقیدت تک کوئی تحفہ اور عطیہ کسی ذریعہ اور واسطہ کے ساتھ ہی پہنچانے جاتا ہے اور اس عمل کو اپنا فطری اور اخلاقی فرض، موجب سعادت اور باعثِ خیر وبرکت عمل یقین کرتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح فرماں بردار مخلوق جب خالق مطلق اور رب رحیم وکریم کے حضور اپنی بندگی اور توفیق عبادت وریاضت کی نعمت نصیب ہونے پر اظہار سرور وفرحت کے لیے جبہ سائی کا ارادہ کرے تو فقراء ومساکین کا معروف طبقہ کہ جن لوگوں کی حالت عجز واحتیاج، پروردگار کو بڑی محبوب ہے۔ ان کو اپنا وکیل اور نمائندہ بنا کر بارگاہ صمدیہ کے مناسب ہدیہ نیاز پیش کرنے پر فطرۃً اور قانوناً مامور ومجبور ہو جاتی ہے، یہ حاصل ہے، صدقۃ الفطر کی قانونی رسم اور شرعی ضابطہ کے اداء وتکمیل کا۔

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں تا زندگی اس روحانی فصل بہار سے دل ودماغ اور جسم وجان کے لیے کسب فیض و نور کا موقع ملتا ہے۔ ورزقنا اللہ ابداً......آمین! ہم سب کو اس نعمت عظمیٰ کی قدر کرنی چاہیے۔

زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کا نصاب:

ہر آزاد، عاقل، بالغ مسلم جو گھریلو ضروریات کے علاوہ ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی قیمت کے نقد روپیہ یا سونے یا اتنے وزن کے چاندی کے زیور یا اتنی قیمت کے سامان یا جائیداد یا تجارتی مال کا مالک ہو یا اس کے پاس موجود تمام اشیاء میں سے بعض یا سب کا مجموعہ مل کر ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کے برابر ہو جائے یا پھر وہ بجائے چاندی کے ساڑھے سات تولے سونے یا اتنے وزن کے سونے کے زیورات کا مالک ہو تو اس پر زکوٰۃ کی طرح عید الفطر کے دن نماز کا وقت آتے ہی صدقۃ الفطر واجب ہو جاتا ہے۔ مگر اتنی مالیت پر زکوٰۃ کی طرح سال کا گزرنا ضروری نہیں۔

صدقۂ فطر:

ہر میاں بیوی پر صرف اپنی ذات کی طرف سے اور اپنے بے مال غیر بالغ یا بالغ مگر مجنون اولاد نیز اپنے نوکر اور خادمہ کی طرف سے صدقہ دینا واجب ہے۔ مال دار بالغ اولاد اور باقی گھر والے اپنا صدقہ خود ادا کریں۔ البتہ ان کا وکیل بن کر صدقہ و زکوٰۃ وغیرہ ادا کرنا درست ہے اور اگر کسی شخص نے بغیر ایک دوسرے کی اجازت کے از خود ہی اس کی طرف سے دے دیا تو وہ ''صدقہ نفلیہ'' بن جائے گا اور اصل آدمی پر صدقۃ الفطر بدستور واجب رہے گا۔ اس کو مستقلاً ادا کرنا ضروری ہے۔

عورت شریعت کے مطابق چونکہ اکثر احکام میں مرد کی طرح مستقل شخصیت و حیثیت کی مالک ہے۔ چنانچہ نقد اور غیر نقدی مال وغیرہ کے جمع اور خرچ میں اس کی ملکیت و حیثیت بھی مستقل ہے۔ لہٰذا اس پر صرف اپنی ذات کی طرف سے صدقہ دینا واجب ہے، اپنے شوہر اور اولاد کی طرف سے نہیں! اور اگر گھر میں صرف اس کے خاوند نے صدقہ ادا کیا تو اس سے عورت پر واجب شدہ صدقہ ادا نہیں ہوگا بلکہ اسے بہر حال اپنی زکوٰۃ، عشر اور قربانی کی طرح اپنا یہ صدقۃ الفطر بھی خود ہی براہ راست لازماً ادا کرنا پڑے گا ورنہ وہ گناہ گار ہوگی۔

صدقہ فطر میں پونے دو کلو گندم (احتیاطاً دو کلو) یا گندم کا آٹا یا ساڑھے تین کلو جَو (احتیاطاً چار کلو) یا جَو کا آٹا اور ستو یا چار کلو کھجور یا کشمش یا ان کی قیمت حاضر نرخ کے مطابق دینا واجب ہے۔ فقراء کی ضرورت کے لحاظ سے نقد پیسے دینا اولیٰ اور بہتر ہے تا کہ وہ غریب خود بھی کچھ خرید کر عید کی خوشی میں براہ راست حصہ دار بن سکے۔

نمازِ عید سے قبل صدقہ فطر ادا کرنا افضل اور مستحب ہے اور عید سے ایک دو روز قبل بھی ادا کرنا جائز ہے۔

صدقہ فطر کے مستحق، غیر مستحق:

رشتہ داروں میں حقیقی دادا، دادی، ماں، باپ، نانا، نانی، بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی میں سے کسی کو بھی صدقہ فطر اور زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ ایسے ہی شوہر، بیوی ایک دوسرے کو صدقہ فطر نہیں دے سکتے۔ اس کے علاوہ دیگر محتاج و مسکین عزیز و اقارب میں سے سوتیلے دادا، دادی، سوتیلے ماں، باپ، حقیقی چچا، چچی، پھوپھا، پھوپھی، ماموں، ممانی، خالو، خالہ، حقیقی بھائی، بہن، بھتیجا، بھتیجی، بھانجا، بھانجی، اپنے سسر، ساس، سالہ، سالی اور بہنوئی سب کو زکوٰۃ و عشر کی طرح صدقۃ الفطر دینا جائز ہے۔

سادات قریش کی پانچ شاخوں کو صدقہ فطر سمیت تمام صدقات واجبہ، زکوٰۃ و عشر دینا جائز نہیں۔

حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق ''تمام صدقات، محمد اور آل محمد ﷺ کے لیے حلال نہیں۔ سادات بنو ہاشم کی پانچ شاخیں یہ ہیں (۱) آل علی (۲) آل عباس (۳) آل جعفر (۴) آل عقیل (۵) آل حارث (حضور ﷺ کے سب سے بڑے سوتیلے چچا حارث بن عبدالمطلب کی اولاد)

عید کے دن مسنون اعمال:

(۱) شرع کے موافق اپنی آرائش کرنا (۲) غسل کرنا (۳) مسواک کرنا (۴) حسب استطاعت کپڑے پہننا (۵) خوشبو لگانا (۶) صبح کو جلدی اٹھنا (۷) عیدگاہ میں جلدی جانا (۸) عیدگاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا کھجور یا چھوارے کے طاق دانے کھانا مستحب ہے (۹) نماز عید سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا (۱۰) عید کی نماز عیدگاہ میں پڑھنا (بہ عذر شرعی شہر کی مسجد میں پڑھنا) (۱۱) ایک راستہ سے عیدگاہ جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا (۱۲) عیدگاہ جاتے ہوئے راستہ میں اللّٰہ اکبر، لاالہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد آہستہ آہستہ کہتے ہوئے جانا۔ (سواری کے بغیر پیدل عیدگاہ جانا)

نمازِ عید کے احکام:

نماز عید کا وقت طلوع آفتاب یعنی اشراق کی نماز کے وقت کے ساتھ ہی شروع ہوجاتا ہے۔ اور زوال سے پہلے تک رہتا ہے۔ نماز عید سے قبل کوئی بھی نفل نماز گھر یا مسجد میں پڑھنا مکروہ ہے۔ یہ حکم عورتوں اور ان لوگوں کے لیے بھی ہے جو کسی وجہ سے نماز عید نہ پڑھ سکیں۔ نماز عید سے پہلے نہ اذان کہی جاتی ہے، نہ اقامت۔ یہ خلاف سنت اور بدعت ہے۔

طریقہ نماز:

دو رکعت نماز عید واجب مع چھے تکبیرات زائدہ کی نیت کرکے امام کے ساتھ پہلی تکبیر پر ہاتھ باندھ کر سبحانک اللّٰھم آخر پڑھ لیں۔ پھر دوسری اور تیسری تکبیر پر ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیں اور چوتھی تکبیر پر ہاتھ باندھ لیں، اب امام سورۃ فاتحہ اور کوئی دوسری سورۃ پڑھ کر پہلی رکعت مکمل کرے گا۔ دوسری رکعت میں امام جب فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھ لے تو اس کے ساتھ تینوں تکبیرات میں ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیں اور چوتھی تکبیر پر بغیر ہاتھ اٹھائے رکوع کر لیں۔ پھر باقی ارکان سمیت نماز پوری کر لیں۔ بعد از نماز حسبِ دستور دعا بھی مانگ لیں۔

خطباتِ عید:

نماز کے بعد دو خطبات سنت ہیں، انہیں خاموشی اور توجہ سے سننا چاہیے۔

جبری معانقہ ومصافحہ:

خطبہ کے بعد امام کو مصلّیٰ سے ہٹ کر ایک طرف ہوجانا چاہیے تاکہ لوگ آسانی سے منتشر ہوجائیں، اسی طرح نمازیوں کا ایک دوسرے کو یا امام کو سلام اور مصافحہ و معانقہ کرنا اور عید کی مبارک باد دینا بھی ثابت نہیں۔ گردنیں پھلانگنا، جلدی اور تیزی سے لپکنا اور جبری معانقہ ومصافحہ، سلام اور مبارک باد دینے کی کوشش کرنا قطعاً غلط اور خلافِ سنت اور بدعت ہے۔ اس غیر مسنون عمل سے بچنے کی سعی کرتے رہنا چاہیے۔

امیر المؤمنین، خلیفۂ راشد سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

پروفیسر قاضی محمد طاہر الہاشمی

داماد رسول صلی اللہ علیہ وسلم، صہر عمرؓ، خلیفہ راشد، امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نجیب الطرفین ہاشمی ہیں۔ ماں اور باپ دونوں کی طرف سے سلسلۂ نسب تیسری پشت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد ابوطالب، زبیر اور عبداللہ بن عبدالمطلب تینوں حقیقی بھائی ہیں۔ ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو بن عائذ مخزومیہ ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے والد کا نام عبدمناف اور کنیت ابوطالب ہے جبکہ والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دادی (فاطمہ بنت عمرو بن عائذ)، والدہ (فاطمہ بنت اسد بن ہاشم) اور بیوی (فاطمہ بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تینوں کا نام ''فاطمہ'' ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے والد ابوطالب تو مشرف بہ اسلام نہ ہو سکے البتہ والدہ ماجدہ نے نہ صرف اسلام قبول کیا بلکہ شرف ہجرت سے بھی بہرہ ور ہوئیں۔ وفات کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بطور کفن اپنی قمیص پہنائی پھر خود قبر میں لیٹ کر اس کو متبرک بھی کیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ولادت مشہور قول کے مطابق بعثت سے دس سال قبل شعب بنی ہاشم مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ والدہ ماجدہ نے اپنے والد کے نام پر ''اسد'' نام رکھا جسے بعد میں والد نے تبدیل کر کے ''علی'' نام تجویز کر دیا۔ آپ کا لقب ''اسداللہ، حیدر، مرتضیٰ'' اور کنیت ''ابوالحسن وابوتراب'' ہے۔ مؤخر الذکر کنیت آپ کو بہت پسند تھی جب کوئی شخص آپ کو اس کنیت سے پکارتا تو بہت خوش ہوتے۔ والد کی مالی کمزوری کی بناء پر بعثت سے پہلے ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت اور تربیت میں آ گئے تھے۔ جس کی وجہ سے آپ کو بالکل ابتداء ہی میں گھر کے دیگر افراد اور بچوں کے ساتھ اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل ہو گئی، تاہم بچوں میں آپ ہی کو سبقت حاصل تھی۔ اس عمر میں اسلام قبول کرنے سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ آپ پر کفر کا کوئی دور نہیں گزرا اور آپ کا واسطہ صرف دینِ اسلام ہی سے پڑا تھا۔ چونکہ آپ نے آغوش نبوت میں پرورش پائی اور بیت نبوی ہی میں اپنے لڑکپن و شباب میں تعلیم و تربیت حاصل کی اس لیے آپ اسلامی اخلاق کے مجسم نمونہ بن گئے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ نبوی تربیت نے آپ کی شخصیت کی تعمیر اور آپ کے دینی، نفسیاتی اور مثالی خصائص کو جلا بخشنے میں عظیم اور گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔ آپ قدیم الاسلام ہیں، آپ کا سابقین اوّلین اور عشرہ مبشرہ میں چوتھے درجے پر شمار ہوتا ہے۔ آپ نے علانیہ اسلام قبول کیا۔ تقیّہ تو نعوذ باللہ کیا اختیار کرتے کبھی کتمان سے بھی کام نہیں لیا۔ علاوہ ازیں آپ نے جہاد فی سبیل اللہ اور اسلام کی ترویج وتنفیذ کے لیے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ آپ کتاب وسنت میں سابقین اوّلین اور مہاجرین کے متعلق بیان کردہ جملہ مناقب وفضائل کا مصداق ہونے کے ساتھ ساتھ

بتصریح نام خصوصی فضائل کے بھی حامل ہیں۔ پوری جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے بعد سب سے افضل ہیں لیکن مفترض الطاعت، مامور من اللہ، موصیٰ من اللہ اور معصوم ہرگز نہیں ہیں کیونکہ یہ اوصاف انبیاء کرام علیہ السلام کے ساتھ مختص ہیں۔ ابن سبا یہودی نے ایک خاص منصوبے کے تحت قرآن مجید میں تحریف اور پیغمبر اسلام سے انتقام لینے کی خاطر ''حبِ علی'' کے پردے میں مخصوص اصلاحات و اوصاف وضع کر کے ''بغض علی'' کا ثبوت دیا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اسلام کے ساتھ بچپن سے ہی وابستگی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والہانہ محبت وعقیدت کا اندازہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچانے کے واقعہ سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے جس میں آپ نے ''سیکورٹی'' نکتہ نظر اور دشمن سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ کو مخفی رکھنے کی غرض سے کامیاب حکمت عملی اپنائی تھی۔ (ملاحظہ ہو صحیح بخاری۔ کتاب احادیث الانبیاء۔ باب قصۃ اسلام ابی ذر رضی اللہ عنہ)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو تیرہ سالہ مکی دور میں کم عمری کی بناء پر براہِ راست اگرچہ مشرکین مکہ نے ظلم وستم کا نشانہ نہیں بنایا تاہم شعب بنی ہاشم میں محاصرت کے دوران دیگر افراد بنی ہاشم کے ساتھ آپ نے بھی صعوبتیں جھیلیں۔ شبِ ہجرت بستر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر ''استراحت'' اور لوگوں کی امانتوں کی بحفاظت سپردگی آپ کی جاں نثاری کا ایک بے مثال واقعہ ہے۔ غزوہ تبوک کے سوا دیگر تمام غزوات میں اپنی شجاعت کے خوب جوہر دکھائے۔

۹ھ میں حج کی فرضیت کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت و امارت اوّلین حج میں آپ ہی نے مشرکین سے براءت سے متعلق آیات کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا۔ حجۃ الوداع سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اہلِ یمن کی طرف بغرض تبلیغ اسلام اور بحیثیت ''قاضی'' بھیجا۔ وہیں سے آپ نے حجۃ الوداع میں شرکت اختیار کی۔

حجۃ الوداع سے واپس ہوتے ہوئے ''غدیرخم'' کے مقام پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بعض حضرات کی طرف سے شکایت کے جواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

> ''اللھم من کنت مولاہ فعلیّ مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ''
>
> (مشکوۃ باب مناقب علی بن ابی طالب)
>
> ''اے اللہ! جس شخص کا میں محبوب اور دوست ہوں، تو علی بھی اس کے دوست اور محبوب ہیں۔ اے اللہ! اس کی حمایت فرما جو ان کی حمایت کرے اور اس کی دشمنی تُو بھی کر، جو ان کی دشمنی کرے۔''

اس حدیث سے اہل تشیع کے خلافت و امامت علی رضی اللہ عنہ پر استدلال کا جائزہ ایک علیحدہ مضمون میں لیا جائے گا (ان شاءاللہ)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ''مرض وفات'' میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ برابر عیادت میں مصروف رہے اور بعد از وفات غسل اور تجہیز و تکفین و تدفین کے عمل میں بھی شریک رہے۔ خلافت صدیقی میں مانعین زکوۃ اور مرتدین کے حملے کے خطرہ کے پیش نظر نہ صرف مدینہ منورہ کے دفاع میں عملی طور پر حصہ لیا بلکہ اس پورے دور میں خلیفۂ بلافصل کے مشیر بھی رہے۔ دور فاروقی میں مشاورت کے ساتھ ساتھ قضاء کے منصب پر بھی فائز رہے بلکہ ایک موقع پر تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

آپ کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام مقرر کر کے بیت المقدس کا قبضہ لینے کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ اسلامی ہجری تقویم کی تجویز یقیناً سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زندہ جاوید کارناموں میں سے ایک ہے جو اسلام اور ملت اسلامیہ کی بقاء تک باقی رہے گا۔ شوریٰ کے اجلاس میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ تجویز دی تھی کہ اسلامی تقویم کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت، بعثت، فتح مکہ، حجۃ الوداع اور وفات سے سن کا آغاز کرنے کے بجائے ''ہجرت'' کے واقعہ کو بنیاد بنایا جائے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو یہ رائے بہت پسند آئی اور انہوں نے اس موقع پر فرمایا کہ:

''ہجرت، حق اور باطل کے درمیان فارق کی حیثیت رکھتی ہے لہٰذا اسی کو تاریخ کے لیے مبداء مقرر کردو۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اوپر قاتلانہ حملے کے بعد اپنے بعد امورِ خلافت سرانجام دینے کے لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اس اعلان کے ساتھ چھ رکنی ''خلافت کمیٹی'' کا رکن نامزد فرمایا تھا کہ:

''یہ وہ حضرات ہیں جن سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات تک راضی رہے۔''

دورِ عثمانی میں بھی آپ کی یہی حیثیت برقرار رہی تا آنکہ ۱۸؍ ذوالحج ۳۵ھ کو امام مظلوم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی دردناک شہادت کا سانحہ فاجعہ رونما ہوا۔ تاریخ اقوامِ عالم میں اس عظیم سانحہ سے زیادہ عبرت ناک واقعہ کوئی اور پیش نہیں آیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس نازک اور پُر آشوب دور میں ۲۱؍ ذی الحج ۳۵ھ سے لے کر ۲۱؍ رمضان المبارک ۴۰ھ یعنی چار سال اور نو ماہ تک مسندِ خلافت پر فائز رہے اور پورا دور ہی اسی خلفشار وانتشار کی نذر ہوگیا۔

تختِ خلافت پر قدم رکھنے کے بعد آپ کو ایک دن کے لیے بھی اس داخلی انتشار سے فراغت نہ ملی کہ آپ کوئی حج یا عمرہ ہی ادا کر لیتے۔ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے دور میں کفر کے خلاف جاری جہادی سرگرمیاں ختم ہوگئیں اور بیرونی فتوحات کا سلسلہ رک گیا۔ الٹا قصاص عثمان کے مسئلہ پر خود اہل اسلام کے مابین منافقین اور قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کی سازش سے ''جمل وصفّین'' جیسے خون ریز معرکے برپا ہوئے جن میں ہزاروں مسلمان شہید ہوئے۔

جنگ جمل میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مدّ مقابل سیدۂ کائنات اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہم اور دیگر اکابر صحابہ کرام تھے جبکہ جنگِ صفّین میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور بہت سے صحابہ و تابعین تھے۔ ان کے مابین ''نزاعی مسئلہ'' صرف یہی تھا کہ اُمّت کے متفق علیہ خلیفہ کو جن لوگوں نے ظلماً اور بغیر کسی حجت کے قتل کیا ہے ان سے کسی تاخیر کے بغیر قصاص لیا جائے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی قصاص کی حد تک اس مؤقف کے ساتھ متفق تھے لیکن حالات کی ناسازگاری کی بناء پر اس میں قدرے تاخیر کے خواہش مند تھے۔ اس سلسلے میں جنگِ جمل سے پہلے فریقین میں باقاعدہ ایک معاہدہ بھی طے پا گیا تھا جس پر عمل درآمد کرتے ہوئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے قاتلینِ عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے لشکر سے الگ ہوجانے کا حکم بھی دیا تھا لیکن اس کے جواب میں ان مفسدین نے اپنا تاریخی وسازشی کردار پھر دہرایا جس سے جنگ کی آگ بھڑک اٹھی اور ملّتِ اسلامیہ عظیم نقصان سے دوچار ہوئی۔

اسی طرح جنگِ صفّین میں بھی صلح جوئی کی بھرپور کوشش کی گئی لیکن اسے بھی قاتلینِ عثمان رضی اللہ عنہ نے نہ صرف ناکام بنایا بلکہ شب خون مار کر قتل وغارت کرانے میں بھی کامیاب ہوگئے، چونکہ ان معرکوں میں دونوں طرف صحابہ کرام رضی اللہ

عنہم تھے اس لیے علمائے اُمّت نے ان جنگوں کو از روئے ادب اجتہادی اختلافات اور مشاجراتِ صحابہ کا نام دیا ہے۔ لفظ ''مشاجرۃ'' شجر سے مشتق ہے۔ اس کے اصل معنیٰ تنے دار درخت کے ہیں جس کی شاخیں اطراف میں پھیلتی ہیں۔ باہمی اختلافات ونزاع کو اسی مناسبت سے مشاجرہ کہا جاتا ہے کہ درخت کی شاخیں بھی ایک دوسرے سے ٹکراتی اور ایک دوسرے کی طرف بڑھتی ہیں اور یہ عیب نہیں بلکہ درخت کی زینت اور کمال ہے۔

(ملاحظہ ہو: مقامِ صحابہ رضی اللہ عنہم، ص: ۸۷، مؤلفہ مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

یہ ملحوظ رہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین یہ اختلافات وتنازعات کسی عداوت وعناد یا کسی عقیدے کے اختلاف کی بناء پر ہرگز پیدا نہیں ہوئے تھے اور نہ ہی یہ معرکے حق وباطل یا کفر واسلام کے تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان سازشوں اور فتنوں پر قابو پانے کی بھرپور کوشش کی لیکن سبائی فتنہ کے ''شجر خبیثہ'' کی جڑیں زمین میں اتنی گہری اتر چکی تھیں کہ انتہائی کوشش کے باوجود سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے ان پر تنہا قابو پانا ممکن نہ ہوسکا۔ اگر اس وقت باہمی معاہدے پر عمل ہو جاتا اور صحابہ وتابعین ایک ''بنیان مرصوص'' بن جاتے تو حالات سدھر سکتے تھے لیکن سبائی سازش نے غلط فہمیوں کا اتنا گھنا جنگل کھڑا کر دیا تھا کہ ابتدا میں اس کا صاف ہونا ممکن نہ ہوا لیکن جلد ہی دونوں طرف کے مخلص حضرات کو اس بات کا احساس ہوگیا جس کے نتیجے میں انہوں نے جنگ صفّین کے دوران ہی ''حَکَمَیْن'' کے تقرر کو قبول فرمالیا اور اجتماع تحکیم کے بعد فریقین کے مابین باقاعدہ مصالحت ہوگئی جس سے جہاں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ''خلافتِ تامّہ'' میں تبدیل ہوگئی وہاں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت بھی خلیفہ راشد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی توثیق سے دورِ فاروقی وعثمانی ہی کی طرح ''آئینی وقانونی'' ہوگئی۔ حضرات حَکَمَیْن کے اس فیصلے کے خلاف ایک فوری ردّعمل یہ سامنے آیا کہ قاتلینِ عثمان رضی اللہ عنہ یعنی سبائیوں کے ایک شمشیر زن گروہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے الگ ہوکر ''خوارج'' کا لقب پایا۔ جس کی سرکوبی کے لیے آپ رضی اللہ عنہ نے جنگ نہراون لڑی۔ اس جنگ میں خوارج کو بدترین اور عبرت ناک شکست سے دوچار ہونا پڑا اور ان کی غالب ترین اکثریت تہ تیغ ہوگئی۔

امام ابن کثیر ان حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> ''علی بن ابی طالب اس عصر میں روئے زمین پر بسنے والے انسانوں میں سب سے اعلیٰ وافضل انسان تھے۔ سب سے زیادہ اللہ کے عبادت گزار، سب سے زیادہ دنیا سے بے غرض وبے رغبت، سب سے زیادہ علم وفضل کے حامل، سب سے زیادہ خوفِ خدا رکھنے والے انسان تھے۔ پھر بھی لوگوں نے ان کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا، ان سے کنارہ کش ہوگئے یہاں تک کہ خود امیر المؤمنین اپنی زندگی سے اکتا گئے۔ ''ھٰــذہ من ھٰذہ'' یہ (اپنی ریش مبارک کی طرف اشارہ کرکے) اس کے (اپنے سر کی طرف اشارہ کرکے) خون سے رنگ دی جائے گی اور بالآخر یہی ہوکر رہا۔'' (البدایہ والنہایہ، جلد: ۷، ص: ۳۲۴)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اپنی شہادت کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخبار کے مطابق پورا یقین تھا۔ ملاحظہ ہو، الاستیعاب مع الاصابہ، جلد: ۴، ص: ۱۵۵، تحت ابوفضالۃ انصاریؓ۔

ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا ''اتــدری من اشقی الاوّلین'' اے علی کیا تم

جانتے ہو کہ پہلے لوگوں میں سب سے زیادہ بدبخت کون تھا؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی زیادہ بہتر جانتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (صالح کی) اونٹنی کی کونچیں کاٹنے ولا۔ پھر دریافت فرمایا: ''**اتدرون من اشقی الآخرین** '' کہ بعد میں آنے والوں میں سے زیادہ بدبخت کون ہے؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''**اللّٰہ و رسولہ اعلم** '' حضور علیہ السلام نے فرمایا: ''**قاتلک** '' تیرا قاتل سب سے زیادہ بدبخت ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن، جلد: ۵، ص: ۵۷۴)

ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوہِ حرا پر چڑھے تو پہاڑ ہلنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حرا ٹھہر جا تجھ پر سوائے نبی، صدّیق اور شہید کے اور کوئی نہیں ہے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اجمعین تھے۔ (صحیح مسلم کتاب الفضائل، باب من فضائل طلحۃ والزبیر، جلد: ۲، ص: ۲۸۲)

بہر حال جنگ نہروان کے بعد تین خارجیوں (عبدالرحمٰن بن ملجم، برک بن عبداللہ تمیمی اور عمرو بن بکر تمیمی) نے مکہ مکرمہ میں جمع ہو کر اسلام کے روشن ستاروں سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے قتل پر اتفاق کر لیا۔ چنانچہ تینوں خارجی مقررہ تاریخ (۱۷؍رمضان، ۴۰ھ) اور مقررہ وقت (صلوٰۃ فجر) پر اپنے اپنے مقام کوفہ، شام اور مصر پہنچ گئے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بوجہ علالت اس دن مسجد میں نہیں جا سکے اس لیے عمرو بن بکر تمیمی نے ان کے قائم مقام ایک فوجی آفیسر خارجہ بن حبیب کو قتل کر دیا۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر برک بن عبداللہ تمیمی کا وار اوچھا تھا جس سے وہ زخمی ہو گئے مگر سلامت رہے۔ اسی طرح عبدالرحمٰن بن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ پر حملہ کر دیا جس سے آپ تین دن تک موت وحیات کی کش مکش میں مبتلا رہنے کے بعد ۲۱؍رمضان المبارک ۴۰ھ میں بعمر ۶۳ سال جامِ شہادت نوش کر گئے۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھا کر کوفہ کے دارالامارت میں دفن کر دیا کیونکہ خوارج سے خوف تھا کہ کہیں آپ کے جسد مبارک کو نکال کر اس کی توہین کے مرتکب نہ ہوں۔

اس طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ خود بھی بیعت رضوان کے موقع پر خونِ عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے لیے کیے گئے عہد وفا کو نبھاتے ہوئے اسی گروہ کے ہاتھوں شہید ہو گئے جس کے دامن خون عثمان سے آلودہ تھے۔ اگر سبائی مفسدین کا منصوبہ صرف سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہی کو شہید کرنے کا ہوتا تو سبائی مفسدین اور اندھی تقلید کے عادی مؤرخین اسے بھی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی سازش قرار دے دیتے مگر مفسدین نے تو بیک وقت سیدنا علی، سیدنا معاویہ اور سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کو نشانہ بنایا تھا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع جب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی تو خود شدید زخمی ہونے کے باوجود کلمہ ''استرجاع'' پڑھنے کے ساتھ ساتھ بے اختیار رونے لگے۔ ان کی اہلیہ کہنے لگیں کل ان سے لڑتے رہے اور ''**الیوم تبکی علیہ**'' آج ان پر روتے ہو۔ تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ویحک انک لا تدری ما فقد الناس من الفضل و الفقہ و العلم

افسوس ہے تجھ پر، تجھے کیا خبر کہ آج لوگوں نے کس قدر علم وفضل اور فقہ کو کھو دیا ہے؟

(البدایہ والنہایہ، جلد: ۸، ص: ۱۳۰)

ایک مرتبہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ضرار صدائی (جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حامیوں میں رہے تھے) سے کہا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف بیان کرو۔ پہلے تو انہوں نے معذرت کی لیکن بعد میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے اصرار پر کہنے لگے:

''وہ (یعنی سیدنا علی رضی اللہ عنہ) بلند حوصلہ اور قوی تھے، فیصلہ کن بات کہتے تھے، عادلانہ فیصلے کرتے تھے، ان کے ہر جانب علم کا چشمہ پھوٹتا تھا، ان کے تمام اطراف سے حکمت ٹپکتی تھی، دنیا کی دل فریبی اور شادابی سے وحشت کرتے اور رات کی وحشت ناکی سے انس رکھتے تھے، بڑے رونے والے اور بہت زیادہ غور وفکر کرنے والے تھے، ہم میں بالکل ہماری طرح رہتے تھے، جب ہم ان سے سوال کرتے تو وہ جواب دیتے تھے اور جب ہم ان سے انتظار کی درخواست کرتے تو وہ ہمارا انتظار کرتے تھے۔ وہ اہلِ دین کی عزت کرتے تھے، غریبوں کو مقرب بناتے تھے، قوی کو اس کے باطن میں حرص وطمع کا موقع نہیں دیتے تھے، ان کے انصاف سے ضعیف ناامید نہیں ہوتا تھا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے ان کو بعض معرکوں میں دیکھا کہ رات گزر چکی ہے، ستارے ڈوب چکے ہیں اور وہ اپنی داڑھی پکڑے ہوئے ایسے مضطرب ہیں جیسے مار گزیدہ مضطرب ہوتا ہے اور اس حالت میں وہ غم زدہ آدمی کی طرح رو رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے دنیا مجھ کو فریب نہ دے تو مجھ سے چھیڑ چھاڑ کرتی ہے یا میری مشتاق ہوتی ہے، افسوس افسوس میں نے تجھے تین طلاقیں دے دی ہیں جس سے رجعت نہیں ہوسکتی۔ تیری عمر کم اور تیرا مقصد حقیر ہے۔ آہ زادِ راہ کم اور سفر دور دراز کا ہے۔ راستہ وحشت خیز ہے۔''

شیعہ مصنف ہاشم حسین لکھتے ہیں کہ:

''فذرفت دموع معاویة علیٰ لحیته فما یملکها وهو ینشفها بکمّه و قد احتنق القوم بالبکاء ثم قال معاویة رحم الله ابا الحسن کان والله کذٰلک''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل سن کر بے اختیار سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے آنسو ان کی داڑھی پر گرنے لگے اور وہ انہیں اپنی آستین کے ساتھ پونچھتے رہے اور قوم کے گلے بھی روتے روتے بند ہوگئے۔ پھر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ضرار صدائی سے فرمایا: اللہ ابوالحسن پر رحم کرے۔ اللہ کی قسم جیسے آپ نے بیان کیا وہ ان ہی صفات وکمالات کے جامع تھے۔ (حلیۃ الابرار، جلد: اوّل، ص: ۳۴۶۔ تحت الباب الخامس والعشر ون فی زہدہ فی الدنیا، درّہ نجفیہ شرح نہج البلاغہ، ص: ۳۶۰، الاستیعاب مع الاصابہ تحت علی بن ابی طالب، جلد: ۳، ص: ۴۴)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت اگرچہ سخت مشکلات اور آزمائشوں سے گھرا ہوا تھا لیکن اس کے بارے میں اہلِ سنّت کا اجماعی مؤقف یہ ہے کہ اس تمام معاملے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا دامن ایک خلیفہ راشد کی حیثیت سے بالکل بے داغ اور بے غبار رہا ہے۔ اللہ رب العزت اُمّتِ مسلمہ کو آپ کے ارشادات وتعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یاالٰہ العالمین۔

☆☆☆

اُن کی لاٹھیوں میں نور

پروفیسر محمد حمزہ نعیم

میری تشنہ لبی کی لاج رکھنا...... سمندر کے کنارے پر کھڑا ہوں

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد عصبہ میں تشریف فرما ہوئے۔ اُسید بن حُضیر اور عباد بن بشر دو صحابی بھی حاضر خدمت ہوئے رات گئے رخصت ہوئے۔ بجی جیسی ایجادات کا زمانہ تو تھا نہیں مگر بجلی کی کیا حیثیت اُن خلاصہ کائنات ہستیوں کے مقابلے میں۔ کائنات کے تو وجود میں آنے سے پہلے رسول اور اصحاب رسول علیہ وعلیہم السلام کو اللہ نے منتخب و مختار قرار دے دیا تھا (الحدیث)

مذکور بالا دونوں اصحاب جیسے ہی گھپ اندھیرے میں داخل ہوئے ان کے ہاتھوں کی لاٹھیوں سے نور پھوٹ پڑا یہ نور آج کی ٹارچ اور موبائل فون کی روشنی سے تیز تھا جو اُن کی اندھیری راہوں کو روشن کر رہا تھا۔ مسجد عصبہ کا نام اِسی کرامتِ اصحابِ رسول کی بنا پر مسجد النور ہو گیا، مسجد قبا کے مغربی جانب باغ میں آج بھی یہ مسجد موجود ہے۔ (بحوالہ ۱۵۰ صورۃ من صور المدینہ)

حضرت اُسید رضی اللہ عنہ اور حضرت عباد رضی اللہ عنہ کے آگے آگے دو روشنیاں چل رہی تھیں، پھر وہ اپنے اپنے گھروں کو الگ الگ رستوں پر چل پڑے تو روشنیاں بھی الگ الگ ان کے ساتھ ہو گئیں۔

پیر و مرشد حضرت مولانا محمد یار نقشبندی مجددی رحمہ اللہ فرما رہے تھے: ''بھلا جن لوگوں کے ہاتھوں کی سوکھی لکڑیوں میں نور آ گیا اُن کے اپنے مقدس اجسام کتنا منوّر ہو گئے ہوں گے۔''

یہ واقعات آج ہمیں تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں ملتے ہیں جن کو پڑھ کر اہلِ ایقان کے ایمان و یقین میں اضافہ ہوتا ہے اور اہلِ ریب و شیب کے دلوں میں کھوٹ ہی کا اضافہ ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے واقعات اُن دنوں اتنے عام تھے کہ ان پر تعجب نہ کیا جاتا تھا۔ اور یہ سب معجزاتِ رسول یا معجزاتِ رسول کا عکس بصورت کراماتِ اصحابِ رسول علیہ وعلیہم السلام۔

آخر کیا بات تھی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ جیسے عقیل و فطین لوگ حُبِّ رسول میں اتنے بندھ گئے کہ اس سے چھوٹنے کا تصور بھی ناممکن ہو گیا۔ بلکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار اصحابِ رسول میں سے ہر ایک کا یہی حال تھا کہ اُن کے سامنے حُبِّ رسول کے خلاف کوئی بات ہوتی تو جان وار دیتے۔ اور رہے معجزات و کرامات تو وہ ان کے لیے بس زادتھم ایمانا ایمان میں اضافے کا سبب بنتے تھے ورنہ اصل ایمان کی بنیادیں تو ان کی اتنی مضبوط تھیں کہ جبالِ مکّہ و مدینہ اُن کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ اور اُن حضرات کو اپنی اس قوت کا علم بھی تھا مگر اسباب کی دنیا میں وہ اس کا اظہار اکثر پسند

نہیں کرتے تھے۔ مگر جہاں ضرورت پڑتی مثلاً زلزلہ آیا تو فاروقی کوڑا زمین پر برسا ''اَلَمْ اَعْدِلْ عَلَیْکَ؟'' کیا میں نے تجھ پر عدل قائم نہیں کیا؟ پھر کیا مجال چودہ صدیوں سے زیادہ عرصہ ہو گیا، اللہ کے اُس بندے کے الفاظ کی اللہ نے وہ لاج رکھی کہ آج تک وہاں زلزلہ نہ آیا اور اصل محافظ تو اللہ ہی ہے۔

ایک لاکھ چوبیس ہزار اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں دنیا کے انسانوں کے لیے مختلف مزاجوں مختلف کرداروں کے لیے ہر مثال موجود ہے بشرطیکہ کوئی اپنی مرنے کے بعد آنے والی زندگی سنوارنا چاہے! مرنے پر یقین سب کو ہے، مرنے کے بعد حساب کتاب پر یقین صرف خوش نصیب لوگوں کو ہے ورنہ اصحابِ رسول کی خوبیاں اپنانے میں کیا مانع ہے؟ حُبِّ رسول، اطاعتِ رسول، مؤاخاتِ اہلِ ایمان، ایثار، صدق و امانت، تبلیغ و دعوتِ حق، حمایتِ حق، جہاد اور قتال فی سبیل اللہ۔ وحدتِ اہل اسلام مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک اصحابِ رسول علیہ وعلیہم السلام کے جسم و جان سے نکلی ہوئی نورِ ایمان کی وہ کرنیں ہیں جن کی حیثیت لافانی ہے۔ اور ان کرنوں میں وہ پاور ہے کہ جنت الفردوس میں بالا خانے دلا کر بھی نور علیٰ نور رہیں گی اور دنیا کی فانی زندگی سے بہشتِ بریں کی لافانی زندگی میں پہنچا کریں گی۔ اللہ نصیب فرمائے۔

سارے ہی پیمبر کے ساتھی، اس صبحِ منوّر کے ساتھی
سب نور کی لہریں اپنی ہیں، سب چاند ستارے اپنے ہیں

25 ویں سالانہ یک روزہ
انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے زیر اہتمام
انٹرنیشنل ختم نبوت کانفرنس
7 ستمبر 2012
جمعۃ المبارک
جامعہ عثمانیہ
مسلم کالونی چناب نگر

زیر سرپرستی
فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی دامت برکاتہم
امیر مرکزیہ انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ (ورلڈ)

زیر نگرانی
مجاہد ختم نبوت مولانا قاری شبیر احمد عثمانی
مرکزی نائب امیر انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ پاکستان

پروگرام انشاء اللہ
پہلی نشست　صبح 10 بجے تا جمعۃ المبارک
دوسری نشست　بعد از جمعۃ المبارک تا عصر
تیسری نشست　بعد نماز عشاء
بعد نماز عصر　وقفہ سوالات و جوابات
بعد نماز مغرب　مجلس ذکر
نوٹ کانفرنس کی مکمل کارروائی انٹرنیٹ پر براہ راست سنی جاسکے گی

منجانب　دفتر مرکزیہ انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ (پاکستان) جامعہ عثمانیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر ضلع چنیوٹ　047-6212599　0321-7702382

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

شورش کاشمیریؒ

ہوں مرے ماں باپ قرباں اس مقدس نام پر
عائشہ کے سینکڑوں احسان ہیں اسلام پر

جس کی عفت کی گواہی دی کلام اللہ نے
جس کی غیرت کے نشاں ہیں دامنِ ایام پر

جس کو بخشا تھا پیمبر نے ’’حمیرا‘‘ کا لقب
مہر و مہ کی رونقیں قربان اُس کے نام پر

جس کے فرزندوں نے سیلِ بے کراں کے روپ میں
اپنی سطوت کے علَم لہرائے روم و شام پر

جس پہ باندھا تھا خدا کے دشمنوں نے اِتہام
آج تک انسان شرمندہ ہے اس الزام پر

سید الکونین کی سیرت کا نورانی ورق
جیسے صیقل جگمگاتی ہو دلِ صمصام پر

ہم گنہ گاروں کا شورشؔ! کون ہے ان کے سوا
خواجۂ کونین کی رحمت ہے خاص و عام پر

یہ ماہِ منور جسے کہتے ہیں رمضان

سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

انسانوں کے دل جس سے بہل جائیں وہ سامان
تُو چاہے سراپا جو بدل جائے تو آسان

یہ نور بھرے دن ہیں یہ راتیں یہ جہان
یہ ماہِ منور جسے کہتے ہیں رمضان

قرآن کے ہر حرف پہ ملتے ہیں خزانے
رمضان کی فضیلت پہ بڑی اور یہ ہے برہان

ہیں لازم و ملزوم یہ رمضان یہ فرقان
اعمال کے بدلے پہ یہ اللہ کی برہان

ساون کا مہینہ ہو کہ ہو پوس کا موسم
برکت ہے یہ رحمت ہے بڑی شان بڑی آن

اللہ کی رحمت تو بہت عام ہوئی ہے
کھول آنکھ یہ پہچان کہ اس میں ہے تیری جان

اللہ کا احسان جو ہر لحظہ ہے ہر آن
یہ لمحہ ، گھڑی ، پل بھی تو سرمایہ ہے نادان

یہ مال ، یہ اعمال ، یہ اقوال ذرے سرخ
رکھ اِن پہ نگہ اپنی کہ یہ آنکھ ہے نگران

یہ روزہ ، نماز اور تراویح ، تہجد
مری مان ، مری مان نہاں ان میں ہے ایمان

قائداعظم

حبیب جالبؔ

معروف عوامی شاعر حبیب جالبؔ نے آج سے پینتالیس سال قبل اپنی اس نظم میں پاکستان کے جن سیاسی و معاشی مسائل کی نشان دہی کی ہے وہ آج تک حل نہیں ہوئے۔ جالبؔ تو تیس روپے من آٹے پر بلبلا اٹھے تھے آج نوسواسی روپے من ہے۔ بددیانتی اور لوٹ مار عروج پر ہے۔ معلوم نہیں، جالبؔ نے کس راجے کو سونے چاندی کا یار قرار دیا ہے لیکن آج کا ”راجہ“ رینٹل پاور سکینڈل میں اربوں روپے کرپشن کا مرکزی ملزم ہے۔ تاہم جالبؔ کی نظم پینتالیس سال بعد بھی زندۂ جاوید اور حسبِ حال ہے (ادارہ)

قائداعظم دیس میں تیرے تیس روپیہ من آٹا ہے
قائداعظم دیس میں تیرے چاروں جانب سناٹا ہے
قائداعظم دیس پہ تیرے قابض چند گھرانے ہیں
کچھ تو نام نئے اُبھرے ہیں اور کچھ نام پرانے ہیں
ان سب گُرگوں نے مِل جُل کر خون غریبوں کا چاٹا ہے
قائداعظم دیس میں تیرے تیس روپیہ من آٹا ہے
چاروں جانب سناٹا ہے

قائداعظم سچائی کی جو آواز اٹھاتے ہیں
قائداعظم دیس میں تیرے وہ مجرم کہلاتے ہیں
تونے یہ بویا تھا بابا قوم نے تیری جو کاٹا ہے؟
قائدِ اعظم دیس میں تیرے تیس روپیہ من آٹا ہے
چاروں جانب سناٹا ہے

اے بابا اس دیس کا راجہ یار ہے سونے چاندی کا
اس کے پتھر دل میں تو بس پیار ہے سونے چاندی کا
جتنا روتی ہے تو روئے اس کے گھر میں کیا گھاٹا ہے
قائداعظم دیس میں تیرے تیس روپیہ من آٹا ہے
چاروں جانب سناٹا ہے

سیاستِ نبوی اور فرنگی کی ''پالیٹکس''

نوید مسعود ہاشمی

برصغیر پاک وہند میں فرنگی سامراج کے سب سے بڑے باغی خطیب، اقلیم خطابت کے شہنشاہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے ۱۹۴۵ء میں لاہور میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

''سارے قرآن میں ''پالیٹکس'' کے مفہوم میں سیاست کا لفظ نہیں۔ ہاں میں جانتا ہوں اس کے معنی ''مکر'' (تدبیر) کے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی سیاست احکام الٰہی کے نفاذ کی تدبیر ہے اور ''پالیٹکس'' فرنگی مقامروں کی ایجاد ہے، جس کا مطلب ہی فریب دہی ہے۔ پالیٹیشنز کے وعدے پورے ہونے کے لیے نہیں بلکہ ٹالنے کے لیے کیے جاتے ہیں۔ ان بدبختوں کے دل پر خدا کے سوا ہر شے کا خوف غالب ہے۔

میں نے ''پالیٹکس'' سے زیادہ شریر لفظ نہیں دیکھا۔ یہ خدع وفریب کے ایک ایسے اجتماعی کاروبار کا نام ہے۔ جس سے بابولوگ اغراض کی دکان چمکاتے ہیں۔ اس دور میں ''پالیٹکس'' کا مطلب فتنہ خیزی، فتنہ پروری اور فتنہ انگیزی ہے۔''

منگل ۷ار جولائی کی شام یہ خاکسار ریذیڈنٹ ایڈیٹر اوصاف ملتان مہر عزیز اور نامور عالم دین قاری عبدالوحید قاسمی کے ہمراہ دار بنی ہاشم میں پہنچا تو امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے فرمائے ہوئے یہ الفاظ میرے ذہن میں جگنو کی طرح جگمگا رہے تھے۔ میں ان الفاظ کے تناظر میں خانوادہ بخاریؒ کے وارثین کو پرکھنے کا تہیہ کر چکا تھا۔ دار بنی ہاشم میں ہمارا استقبال مجلس احرار اسلام کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری نے کیا۔

سید محمد کفیل بخاری امیر شریعتؒ کے نواسے بھی ہیں اور انہوں نے بھی اپنے سربلند آباء کی طرح اپنی زندگی کو تحفظ ختم نبوت کے محاذ کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ ملک میں کہیں بھی فتنہ قادیانیت یا مسئلہ ناموس رسالت ہو؛ سید کفیل بخاری مجلس احرار اسلام کی نمائندگی کے لیے وہاں صف اوّل میں کھڑے ہوتے ہیں۔ میں نے دار بنی ہاشم میں بنے ہوئے گھروں، مدرسے، مسجد کو دیکھا تو ہر طرف سادگی ہی سادگی نظر آئی۔ نہ چمکتے ہوئے ماربل اور نہ ہی دمکتے ہوئے قالین، نہ مرصع ومزیّن صوفے اور کرسیاں بلکہ جن چارپائیوں پر پہلے سے روشن چہروں والے بزرگ بیٹھے ہوئے تھے۔ انھیں چارپائیوں پر ہمیں بھی بڑے پروٹوکول کے ساتھ بٹھادیا گیا۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو اللہ پاک نے چار بیٹوں اور ایک بیٹی سے نوازا تھا۔ آپ کے چاروں بیٹے دینی ودنیاوی اور روحانی علوم کے آفتاب وماہتاب بن کر چمکے۔ خطابت، تلاوت، سچائی وحق گوئی، ان کا خاصہ ٹھہری۔ پاکستان میں سب سے بڑا سیاستدان مرحوم نواب زادہ نصر اللہ خان کو قرار دیا جاتا ہے اور نواب زادہ نصر اللہ خان مرحوم، مجلس احرار اسلام کے سابق جنرل سیکرٹری بھی رہ چکے تھے لیکن امیر شریعتؒ کے

انتظامیہ

چاروں نام ور فرزندوں اور نواسوں کو اللہ پاک نے پالٹیکس سے مکمل طور پر محفوظ رکھا۔ بڑے دونوں بیٹے حضرت مولانا سید عطاء المنعم بخاریؒ اور حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری وفات پا چکے ہیں مگر وہ مرتے دم تک ''پالٹیکس'' کی لعنت سے مکمل طور پر محفوظ رہے۔ تیسرے نامور فرزند سید عطاء المومن بخاری سے ملاقات کے لیے جب ان کے سادہ سے گھر میں پہنچے تو انھوں نے شربت جام شیریں کے ساتھ ساتھ اپنی دلنواز اور روح افزا گفتگو سے بھی ہمیں مستفید فرمایا۔

امیر شریعت کے چوتھے فرزند ارجمند پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری آج کل مجلس احرار اسلام کے مرکزی امیر بھی ہیں۔

ان چاروں نامور بھائیوں نے اپنے آپ کو نہ صرف یہ کہ ''پالیٹکس'' کی علتوں سے بچائے رکھا بلکہ ان کے سربلند بابا امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری انہیں جو جماعت اور مشن سونپ کر گئے تھے، انہوں نے اس سے سرمو بھی انحراف نہ کیا۔

۱۹۳۰ء میں محدث العصر امام انور شاہ کاشمیری نے پانچ سو علماء اور بڑی شخصیات کی موجودگی میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے ہاتھ پہ بیعت کر کے انہیں ''امیر شریعت'' کے لقب سے نوازا۔

۱۹۲۹ء سے ۲۰۱۲ء تک مجلس احرار اسلام کا ۸۳ برس کا یہ سفر اک ایسا درخشندہ اور روشن سفر ہے کہ جس کے اگر ایک ایک لمحے کو بھی آب زر سے لکھا جائے تو تب بھی حق ادا نہیں ہوتا۔ امیر شریعت نجانے کن روحانی مقامات کے اعلیٰ درجات پر فائز تھے کہ ۱۹۴۵ء میں انبیاء کرام کی سیاست اور فرنگی کی ''پالٹیکس'' کے بارے میں آپ نے جو تجزیہ پیش کیا تھا۔ آج اڑسٹھ سال گزرنے کے باوجود آپ کے کہے ہوئے تمام الفاظ حرف بحرف سچ ثابت ہوئے۔ پینسٹھ سال ہو گئے پاکستان کو بنے ہوئے پاکستانی قوم کے حصے میں فرنگی ''پالٹیکس'' کے اداکار تو آئے کہ جو اپنے آپ کو بڑے فخر سے پالیٹیشنز کہتے ہوئے نہیں تھکتے لیکن اس ملک اور قوم کو کوئی ایسا سچا سیاست دان نہ مل سکا کہ جو سیاستِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت میں احکامات الٰہی کی تنفیذ کر کے اس ملک کو امن وسکون کا گہوارہ بنا سکتا۔ پاکستان کے ایوان اقتدار میں پہنچنے والے جرنیل ہوں یا سیاستدان سب نے فرنگی کے چھوڑے ہوئے نظام کو حرزِ جاں بنا کر اس ملک کی بنیادوں تک کو ہلا ڈالا، پاکستانی قوم کو آزادی، روٹی، کپڑا اور مکان تو کیا دینا تھا ان سب نے مل کر غریب کے منہ سے لقمہ تک چھیننے کی کوشش کی۔ مسلم لیگ ہو یا پیپلز پارٹی' عوامی نیشنل پارٹی ہو یا ایم کیو ایم۔ انھوں نے بات عوام کی مگر تحفظ اور بے پناہ دولت صرف اور صرف اپنی قیادتوں تک محدود کر دی۔ آج کوئی سندھ کے شہروں ٹھٹھہ، سجاول، بدین، گلارچی، سانگھڑ، عمر کوٹ، میر پور، تھر پارکر، جیکب آباد، لاڑکانہ، ٹنڈو محمد خان حتیٰ کہ حیدر آباد، سکھر اور کراچی تک چلا جائے اور وہاں جا کر دیکھے کہ سندھ کے گاؤں، گوٹھوں میں لاکھوں پاکستانی کس بے بسی، بے کسی اور بے پناہ غربت کے ہاتھوں مجبور ہو کر سسک سسک کی زندگیاں گزار رہے ہیں۔ کوئی پنجاب کے شہروں، دیہاتوں اور قصبوں میں گھوم کر دیکھے۔ کوئی خیبر پختونخواہ، کشمیر، گلگت بلتستان اور بلوچستان کے صحراؤں تک ہو کر آئے تو اسے اندازہ ہو کہ پینسٹھ سال گزر جانے کے باوجود بھی پاکستانی قوم کن شدید محرومیوں سے دوچار ہے۔ پاکستان صرف اسلام آباد کے محلات کا نام نہیں ہے۔ پاکستان صرف چاروں صوبوں کے وزراء اعلیٰ ہاؤسز یا سرکاری بلڈنگوں کا نام نہیں ہے......

دکھ کی بات یہ ہے کہ قومی خزانہ صرف پارٹی قیادتوں اور حکمرانوں پر ہی نچھاور کر دینا جمہوریت کا حسن سمجھ لیا گیا۔

صرف سیاسی اختلاف کی بنیاد پر کانگریسی علماء کی پھبتی کس کر اللہ کے ولیوں کا مذاق اڑانے والے امریکی پٹاری

کے دانش فروش اس قوم کو جواب دیں کہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے نومبر ۱۹۴۶ء انبالہ میں ایک کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے جو یہ فرمایا تھا:

> ''میں بھی پاکستان کا حامی ہوں مگر لولے لنگڑے پاکستان کا نہیں وسیع تر پاکستان کا جس کا ایک وجود ہو جو واقعی پاکستان ہو، پورا پنجاب اور پورا کشمیر اس میں شامل ہو، میرے نادان دوستو! تم ٹکڑوں میں بٹے ہوئے پاکستان کے پیچھے دوڑ رہے ہو۔ یاد رکھو! اس پاکستان کا مستقبل بڑا خطرناک ہوگا۔ اسلام کے نام پر حاصل کردہ اس پاکستان میں اسلام ہی کا مذاق اڑایا جائے گا۔ یقین جانو پاکستان میں اسلام نافذ نہیں ہوگا۔''

کانگرسی' کانگرسی کی رٹ لگا کر اکابر علماء کی تحقیر اور توہین کرنے والے جہلاء قوم کو بتائیں کہ کیا آج پاکستان واقعی وہی پاکستان ہے کہ جو لاکھوں جانیں دے کر حاصل کیا گیا تھا؟ کیا آج پاکستان میں کھلے عام اسلامی احکامات کا مذاق نہیں اڑایا جا رہا؟ کیا پینسٹھ برس بیت جانے کے باوجود کہیں دور دور تک بھی پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے آثار نظر آ رہے ہیں؟

میں زندگی میں پہلی مرتبہ دار بنی ہاشم ملتان آیا تھا۔ برصغیر پاک و ہند میں انگریز سرکار کے سب سے عظیم باغی خطیب کے جانشینوں سے مل کر دل کو قرار اور روح کو تازگی میسر آئی کہ انھوں نے مسلم لیگی یا پیپلز پارٹی کی قیادتوں یا ان کی اولادوں کی طرح اربوں، کھربوں کی جائیدادیں نہیں بنائیں۔ انھوں نے اپنے بزرگوں کے نام اور گدیوں کو فروخت کر کے ووٹ یا نوٹ نہیں مانگے۔ ان کے دامن پر پاکستان میں کرپشن کرنے کا کوئی داغ یا دھبہ نہیں ہے بلکہ ان کے عظیم اور سربلند باپ انھیں جو مشن تفویض کر گئے تھے، وہ پاکستان کی سلامتی کی خاطر فتنۂ قادیانیت کی سرکوبی کے لیے رات دن کوشاں ہیں۔ میں ان ناموں سے آگاہ ہوں کہ جو آج سیاست کے بڑے بڑے نام ہیں لیکن ان کے آباء نے انگریز سرکار سے وفاداری نبھاتے ہوئے مسلمانوں اور مجاہدین کی مخبریاں کی تھیں۔ میں ان شخصیات سے بھی واقف ہوں کہ جن کے باپ انگریزی سرکار کے بوٹ پالش کر کے جاگیردار اور وڈیرے بنے اور آج ان کی اولادیں پاکستان کو امریکہ کی کالونی بنانے پر تلی ہوئی ہیں۔ باپ پاکستان میں تبدیلی کے دعوے کرنے والوں کا لیڈر رہے اور اولاد برطانیہ میں یہودیوں کے زیر اثر پروان چڑھ رہی ہے۔

لیکن دار بنی ہاشم میں، سید کفیل بخاری اور ابن امیر شریعت سید عطاء المومن شاہ بخاری کو مل کر میں یہ بات دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ان سید زادوں نے امیر شریعت سید عطاء اللہ بخاریؒ کی سچی جانشینی کا حق ادا کر دیا اور فرنگی ''پالیٹکس'' میں لتھڑے ہوئے پالیٹیشنز کی اولادوں کی طرح مغربی جمہوریت کے کالے حسن کا شکار بننے کی بجائے وراثتِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سینے سے لگائے رکھا۔

محمد علی جناح کا پاکستان انھیں پالیٹیشنز اور جرنیلوں کی بداعمالیوں کی بدولت آج طوفانوں میں گھرا ہوا ہے۔ نہ سرحدات کی حالت محفوظ ہے اور نہ ہی اندرون پاکستان میں کہیں امن وسکون نظر آ رہا ہے۔ ملک بیرون سے زیادہ اندرونی طور پر ہونے والی سازشوں کا شکار بنا ہوا ہے۔ اس پاکستان کے تحفظ کے لئے کفیل بخاری جیسے سید زادوں کی ضرورت ہے کیونکہ مجھے یقین ہے کہ جیسے نظریاتی مسلمان اور کمیٹڈ پاکستانی وہ تیار کر سکتے ہیں کسی اور کے بس میں نہیں، کیونکہ وہ قول وفعل کے تضاد کا شکار نہیں ہیں۔ پاکستان کی حفاظت کے لئے نظریاتی اور کمیٹڈ لوگوں کو اب سامنے آنا ہوگا۔ اللہ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ (آمین)

(مطبوعہ: روزنامہ اوصاف، ۲۱، ۲۲/ جولائی ۲۰۱۲ء)

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
خوش گوار یادیں، ایمان افروز واقعات

مولانا محمد یٰسین
(نائب مہتمم: جامعہ قاسم العلوم، ملتان)

میری خوش نصیبی ہے کہ مجھے تحریک آزادی کے عظیم رہنما امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی رفاقت میسر آئی۔ میں مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں زیر تعلیم تھا اور شاہ جی کا گھر مدرسہ کے قریب۔ تعلیمی مصروفیت کے بعد جو وقت بچتا میں اُن کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔ میرا زیادہ وقت شاہ جی کی مجلس علم وعرفان میں ہی گزرتا۔ ان کی مجلس میں عام لوگ بھی ہوتے اور بڑی شخصیات بھی۔ لیکن وہ سب کو محبت سے ملتے اور احترام دیتے۔ مجھ جیسے ایک طالب علم کو بھی ان کی بے پناہ شفقت ومہربانی میسر آ گئی تھی۔ شاہ جی کو ہم سے جدا ہوئے پچاس برس بیت چکے ہیں مگر اُن کی یادیں ان کی باتیں اور بعض واقعات آج بھی ذہن میں محفوظ ہیں۔

ایمان کی حفاظت:

ایک مجلس میں فرمایا:

''دنیا میں چار قیمتی چیزیں محبت کے قابل ہیں۔ مال، جان، آبرو، ایمان۔ جب جان پر کوئی مصیبت آئے تو مال قربان کرنا چاہیے۔ آبرو پر کوئی آفت آئے تو مال اور جان دونوں قربان کر دیں۔ لیکن ایمان پر کوئی ابتلاء آئے تو مال، جان اور آبرو سب کچھ نثار کر دو۔ اگر اِن سب کے قربان کرنے سے ایمان محفوظ رہتا ہے تو یہ سودا سستا ہے۔''

بہادر اور بزدل:

اکثر فرمایا کرتے:

''شریف کبھی بزدل نہیں ہوتا اور کمینہ کبھی بہادر نہیں ہوتا۔ کمینے پر جب کوئی ابتلاء آتی ہے تو دشمن کے سامنے ایڑیاں رگڑتا ہے اور شریف، جب دشمن اس کے قابو آتا ہے تو اُسے معاف کر دیتا ہے۔ ماضی کے کسی واقعے پر اُسے مطعون نہیں کرتا۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شرافت اور بہادری دیکھیے، جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کعبہ میں کیوں نماز ادا نہیں فرماتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تیری قوم نہیں پڑھنے دیتی۔'' حالانکہ کعبہ میں نماز پڑھنے میں ایک رکاوٹ خود حضرت عمر تھے مگر حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ عمر! تم نہیں پڑھنے دیتے۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ، کیا شرافت اور اخلاق ہے:

ع ......سبحان من یراہ چہ شانِ محمد است

سکندر مرزا کی خواہش:

۹ رمئی ۱۹۵۸ء کو سابق صدر سکندر مرزا ملتان آئے۔ ان کی خواہش تھی کہ شاہ جی انہیں گیلانیوں کی دعوت پر ملیں۔ انہوں نے مظفر علی شمسی کو شاہ جی کی خدمت میں بھیجا۔ مظفر علی شمسی نے جب اپنی آمد کا مدعا بیان کیا تو شاہ جی نے کہا شمسی! میں تمہارے کہے پر عمل نہیں کر سکتا۔ اگر مرزا صاحب میرے جھونپڑے پر آ جائیں تو وہ بھی بلند ہو جائیں گے اور میں بھی۔ لوگ کہیں گے صدرِ مملکت ایک درویش کی کٹیا میں گیا۔ اگر میں انہیں ملنے جاؤں تو اپنی عمر بھر کی کمائی برباد کر بیٹھوں گا۔ پھر مجھے اُن سے کوئی کام نہیں، انہیں کام ہے تو خود آ جائیں۔ شمسی صاحب اپنا سا منہ لے کر چلے گئے اور سکندر مرزا کی خواہش پوری نہ ہو سکی۔

فدوی:

شاہ جی نے امرتسر میں دو مکان چھوڑے تھے۔ جب پاکستان آئے تو عقیدت مندوں نے اصرار کیا کہ متروکہ مکانوں کی الاٹمنٹ کے لیے درخواست دیں مگر شاہ جی نے کہا بھائی! عمر بھر میں نے مالک حقیقی کے سوا کسی کے سامنے فدوی بن کر درخواست نہیں گزاری اب کون سی ایسی ضرورت ہے کہ اپنے مالک سے منہ موڑ لوں۔ چنانچہ آپ نے کرائے کے ایک تین کمروں کے مکان میں اپنی بقیہ عمر گزاری۔ بعض مخلص دوستوں نے کلیم داخل کر دیا۔ شاہ جی کو بدلے میں مکان بھی الاٹ ہو گیا لیکن درخواست پر فدوی نہیں لکھا۔

ذریعہ آمدن:

ایک روز آپ کے ایک عزیز ترین عقیدت مند سلیم اللہ خان راشن کارڈ کا فارم لے آئے۔ سلیم اللہ خان (مرحوم) نے جب آمدنی کی بابت پوچھا تو آپ نے مسکرا کر یوں کہا ''کبھی دھن دھنا، کبھی مٹھی بنا، کبھی یہ بھی منع'' آپ کا ذریعہ معاش فقط ذاتِ باری پر توکل تھا۔ آپ نے کبھی کسی عقیدت مند کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کیا اور کبھی کسی مقروض کا ہدیہ قبول نہیں کیا۔ ایک دفعہ ایک فقیر نے دروازے پر صدا دی۔ شاہ جی نماز کے بعد دعا مانگ رہے تھے۔ اپنے رب حقیقی سے مخاطب ہو کر عرض کیا: یا اللہ! میں تیرا سائل ہوں اور یہ تیرے بندوں کا سائل ہے۔ پھر عربی کا یہ قطعہ پڑھا۔

لا تَسْئَلَنْ بَنِی آدَمَ حَاجَةً
وَاسْئَلِ الَّذِی اَبْوَابُهُ لا تُغْلَقُ
واللّٰهُ یَغْضِبُ اِنْ تَرَکْتَ سُؤَالَهُ
وَ بَنُوا آدَمَ حِیْنَ یُسْئَلُ یَغْضِبُ

ترجمہ: آدم کی اولاد سے کوئی حاجت نہ مانگ۔ اس سے مانگ جس کے دروازے کبھی بند نہیں ہوئے۔ اللہ اس وقت ناراض ہوتا ہے جب اس سے تو مانگنا چھوڑے۔ اور اولادِ آدم اس وقت غصے ہوتی ہے جب اس سے کوئی مانگے۔

جیل میں رقم لے جانے کی تدبیر:

شاہ جی سنایا کرتے کہ یہ ان دنوں کی بات ہے جب آپ کو دیناج پور جیل بھیج دیا گیا۔ آپ کے ساتھ مولانا ابوالکلام آزاد اور جمعیت العلماء ہند کے چند رہنما بھی تھے۔ جیل کے دروازے پر وارڈر نے تلاشی لینی شروع کر دی۔ جیل میں سیاسی قیدیوں کے لیے روپے لے جانا سخت منع تھا۔ جن لیڈروں کے پاس رقم تھی انہوں نے واپس کر دی۔ شاہ جی کے پاس بھی ۶۲ روپے کی رقم تھی۔ انہیں جیل میں رقم کی اہمیت کا علم تھا۔ اس لیے ہر قیمت پر یہ روپے اندر لے جانا چاہتے تھے۔ ساتھیوں نے منع کیا مگر آپ باز نہ آئے۔ آخر تلاشی کرتے کرتے ان کی باری بھی آگئی۔ انہوں نے بڑے رومال کے پہلو میں روپے باندھ رکھے تھے وارڈر کے دیکھتے دیکھتے انہوں نے رومال اگلے قیدی کے کندھے پر ڈال دیا اور اپنے ہاتھ تلاشی دینے کے لیے بلند کر دیے۔ اس طرح یہ ۶۲ روپے جیل میں پہنچ گئے۔ شاہ جی نے اس رقم سے سگریٹ خرید کر ان سیاسی قیدیوں میں تقسیم کر دیے جو محض سگریٹ نہ ملنے کے باعث معافی مانگ کر رہا ہو جاتے۔

مولانا آزاد کی چائے:

اسی جیل کا واقعہ ہے۔ ایک روز مولانا آزاد نے بڑے اہتمام سے چائے بنائی اور شاہ جی کو پیش کی۔ شاہ جی نے چائے پی لی اور چپکے ہو رہے۔ شاہ جی کو خاموش دیکھ کر انہوں نے خود کہا ''میرے بھائی! چائے کیسی رہی؟ شاہ جی بولے کہ ایک چیز کی کمی تھی۔ مولانا آزاد کا ماتھا ٹھنکا اور چہرے پر شکنیں آگئیں۔ فرمانے لگے وہ کیا میرے بھائی؟ شاہ جی نے کہا اس میں زعفران نہیں ہے۔ مولانا نے اطمینان کا سانس لیا اور فرمایا ہاں میرے بھائی! پھر وعدہ کیا کہ اگلے روز مزعفر چائے پلائیں گے۔ دوسرے روز زعفران سے معطر چائے تیار تھی مگر عین اس وقت سپرنٹنڈنٹ دور سے آتا دکھائی دیا۔ مولانا بڑے گھبرائے کیونکہ جیل کے ضوابط کے مطابق دو طرح سے مجرم تھے ایک یہ کہ انہیں مولانا کے پاس آنے کی اجازت نہیں تھی وہ وارڈر کو جل دے کر ان تک پہنچے تھے۔ دوم یہ کہ چائے کا لطف اٹھایا جا رہا تھا۔ آخر مولانا اٹھے اور دور جا کر سپرنٹنڈنٹ کا نہایت خندہ پیشانی سے استقبال کیا۔ سپرنٹنڈنٹ کے لیے یہ بہت بڑا اعزاز تھا۔ وہ پھولا نہ سمایا اور مولانا سے باتیں کرتا ہوا دوسری جانب چلا گیا۔ ادھر شاہ جی مزے سے چائے پیتے رہے۔

شاعروں، ادیبوں سے تعلق:

شاعروں اور ادیبوں سے آپ کے تعلقات بہت گہرے تھے۔ سخن فہمی کا ذوق بہت اعلیٰ تھا۔ اس لیے شعراء آپ کو اپنا کلام سنانے میں خوشی محسوس کرتے تھے۔ ہم عصر شاعروں میں سے آپ کو ڈاکٹر ایم ڈی تاثیر سے خاص انس تھا۔ آپ ہمیشہ ان کی غیر ملکی بیوی کو بیٹی کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ بیگم تاثیر آپ کا بڑا احترام کرتی تھیں۔ حتیٰ کہ آپ کو تعجب ہونے

لگا۔ایک دن اپنے اسی تعجب کا اظہار ڈاکٹر تاثیر سے کیا تو تاثیر نے جواب دیا شاہ جی یہ جس ملک کی رہنے والی ہے وہاں بہو بیٹی کا سا مقام نہیں دیا جاتا۔

ایک دفعہ معروف شاعر سید عبدالحمید عدم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپ کافی دیر تک عدم کا کلام سنتے اور داد دیتے رہے۔عدم کے جانے کے بعد حاضرینِ مجلس میں سے کسی نے کہا کہ ''شاہ جی!عدم شراب پیتا ہے'' آپ کے چہرے پر رنج سے شکنیں ابھر آئیں اور کبیدہ خاطر ہوگئے۔آپ نے کہا ''تم نے اپنی آنکھوں سے اسے شراب پیتے دیکھا'' کہنے لگا نہیں۔آپ نے فرمایا تو پھر سُنی سُنائی بات کیوں کرتے ہو؟ ایک صاحب کہنے لگے کہ میں نے دیکھا ہے۔اس پر آپ نے کہا ''تو پھر خاموش رہو، درگزر اور چشم پوشی ربانی صفت ہے اس لیے تم بھی چشم پوشی سے کام لیا کرو۔''

ایک تاریخی جلسہ:

مرادآباد میں سائمن کمیشن کی رپورٹ کے خلاف جلسہ تھا۔جس میں شاہ جی کے علاوہ جواہر لال نہرو کے والد موتی لال نہرو، سید محمود اور دیگر معزز لیڈر شامل تھے۔شاہ جی نے محسوس کیا کہ جو کچھ مجھے کہنا تھا یہ حضرات کہہ چکے ہیں۔زندگی میں پہلی بار شاہ جی کو پریشانی کا احساس ہونے لگا کہ آخر وہ کھڑے ہوکر کیا کہیں گے۔اب سوائے اس کے چارہ کار کیا تھا کہ وہ اپنی تقریر کو ان جملوں کے ساتھ ختم کردیں ''حاضرین اس موضوع پر میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا وہ مجھ سے پہلے کہا جا چکا ہے۔لہٰذا میں شکریے کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں''۔مگر یہ تو اظہارِ شکست تھا۔آخر بادل نخواستہ شاہ جی مائیک کا سہارا لے کر اٹھے۔جب کھڑے ہوئے تو دیکھا سامنے کچھ لوگ سائمن کا علامتی جنازہ اٹھائے کھڑے ہیں اور سائمن کمیشن مردہ باد کے نعرے بلند کررہے ہیں۔شاہ جی کی زبان سے غالب کا یہ شعر بے ساختہ نکلا

ہوئے مر کے تم جو رسوا ہوئے کیوں نہ غرق دریا
نہ کہیں جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

شعر کہنا تھا کہ حاضرین پر جذب کی کیفیت طاری ہوگئی۔کافی دیر تک واواہ کا شور بلند ہوتا رہا۔یہ شعر لوگوں نے کئی بار سنا ہوگا مگر بخاری کی زبان میں کچھ اور ہی رس تھا۔یہ حالت دیکھ کر موتی لال نہرو پکار اٹھے۔ارے ارے ارے! شاہ جی غضب کے آدمی ہو۔کیا ہوگیا لوگوں کو؟

ایمان کا معیار:

جنرل محمد ایوب خان اقتدار کے سنگھاسن پر نئے نئے قابض و براجمان ہوئے تھے۔ان کے مارشل لاء کا بڑا رعب ودبدبہ تھا۔ایک روز شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ سلیمی دواخانہ (کچہری روڈ) تک جانے کے لیے گھر سے چلے تو میں بھی اُن کے ساتھ تھا۔راستے میں چلتے چلتے میں نے ملکی سیاسی صورتِ حال پر تبصرہ کرتے ہوئے بعض حکومتی اقدامات کی تعریف شروع کردی۔مجھے اب تک یاد ہے کہ حضرت شاہ جی اپنی لاٹھی پر دونوں ہاتھ رکھ کر وہیں رک گئے اور مجھ سے مخاطب ہوکر

فرمانے لگے:

''مولوی یٰسین! تمہیں تو معلوم ہے کہ حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے ایمان کے تین درجے ارشاد فرمائے ہیں:

(۱) منکرات کو ہاتھ کی طاقت سے روکو، اس پر اختیار نہ ہو تو......

(۲) زبان سے روکو، اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو......

(۳) دل میں برا سمجھو اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

پہلے درجے پر عمل کی نوبت تو آئی نہیں۔ لیکن اللہ کی توفیق سے میں نے دوسرے درجے پر پوری قوت سے عمل کیا، جس بات کو حق سمجھا اس کی حمایت میں اور جسے غلط سمجھا اس کی مخالفت میں اپنی زبان کو خوب استعمال کیا۔ اس کی پاداش میں شدائد کی کبھی پروا نہیں کی، مصائب پر صبر کیا اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی۔ اب صحت جواب دے گئی ہے اور تم میرے سامنے حکمرانوں کی تعریفیں کر کے مجھے ایمان کے تیسرے درجے سے بھی محروم کرنا چاہتے ہو۔ تم نے مارشل لاء دیکھا نہیں، یہ دنیا کا بدترین نظام ہے۔

یاد رکھو! جس دن ہمارے دلوں میں حکمرانوں کے لئے نرم گوشہ پیدا ہو گیا اور حکمران ہم سے مطمئن ہو گئے، وہ ہمارے ایمان کی جاں کنی کا آخری دن ہو گا۔ حکمرانوں کا ہمارے درپئے آزار رہنا ہی ہمارے ایمان کی علامت ہے۔''

احتسابِ ذات:

انہی دنوں کا واقعہ ہے کہ حکیم محمد حنیف اللہ (مرحوم) کے مطب میں بیٹھے تھے کہ اچانک خود کلامی کرتے ہوئے اپنی ذات پر تنقید شروع کر دی۔ کچھ ایسے ہی جملے تھے......

تم نے کیا تقریر کی...... تمہیں آتا کیا ہے...... لوگ تمہیں سننے آئے تھے کیا...... تمہاری حیثیت کیا ہے؟...... اللہ نے تم سے تقریر کرائی...... لوگ تو اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کی باتیں سننے آئے تھے۔ جب خاموش ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ آپ کس سے مخاطب تھے؟ فرمانے لگے کچھ نہیں! دہلی کا ایک جلسہ یاد آ گیا تھا۔ میری تقریر سننے کے لیے لاکھوں لوگ جمع تھے۔ زندہ باد کے نعرے گونج رہے تھے۔ بس یہ خیال آیا ہی تھا اور میں استغفار میں مشغول ہو گیا۔ میں تو اپنا احتساب کر رہا تھا۔ کہ وہ تقریر اللہ نے مجھ سے کرائی، لوگوں کو اللہ نے جلسہ میں بھیجا، میری کیا اوقات ہے، یہ تھا شاہ جی کا جذبۂ احتسابِ ذات۔

ایک ظریفانہ تبصرہ:

ایک مجلس میں حضرت شاہ جی جدوجہدِ آزادی کے بعض یادگار واقعات سنا رہے تھے۔ فرمانے لگے:

ایک دفعہ مولانا احمد سعید دہلوی اور میں ایک تقریر کے ضمن میں دہلی میں گرفتار ہو گئے۔ کسی نے جامع مسجد دہلی کے امام صاحب سے ہماری گرفتاری کا ذکر کیا تو وہ فرمانے لگے:

''ارے بھائی! ان کا کیا حال پوچھتے ہو؟ وہ تو اللہ میاں کے ہاں سے جیل خانہ لکھوا کر آئے ہیں۔ اچھا ہوا

کسی نیک کام میں پکڑے گئے۔ انگریز کے خلاف تقریر کرنے کے الزام میں نہ پکڑے جاتے تو کسی اور الزام میں دھر لیے جاتے۔ جیل تو انھیں بہر حال جانا تھا۔''

شاہ جی، امام صاحب کا یہ ظریفانہ تبصرہ سن کر دیر تک محظوظ ہوتے رہے۔

مصائب میں صبر:

بیماریوں کے ہجوم اور مصائب کی یلغار میں اس کوہِ استقامت کے معتقدات میں ادنیٰ لغزش بھی رونما نہ ہوئی، ہر مزاج پرسی کرنے والے کو خندہ پیشانی سے الحمد للہ کہہ کر جواب دیتے۔ فرماتے ''ہاں بھائی! الحمد للہ نہ کہوں تو اور کیا کہوں؟۔ اِس سے بدتر حالت بھی تو ہو سکتی ہے اور میں تو اُدھر سے شر کا قائل ہی نہیں ہوں، کوئی اللہ تعالیٰ ہمارے دشمن یا شریک ہیں جو ہمیں شر اور ایذا پہنچائیں، اُدھر تو خیر ہی خیر ہے، صرف ہمارا استعمال بعض چیزوں کو شر بنا دیتا ہے وہاں تو خیر ہی خیر ہے، وہ جو کچھ ہمارے لیے کرتے ہیں بہتر ہوتا ہے اگر چہ وہ ہمارے فہم سے بالاتر کیوں نہ ہو۔''

اس کے بعد ایک مجذوب کا واقعہ ارشاد فرمایا کہ ان کی خدمت میں ایک رئیس حاضر ہوا، اس نے عرض کیا: ''حضرت! کچھ پریشانیاں ہیں دعا کرو'' حضرت مجذوب نے فرمایا ''یہی پریشانیاں کہ خدا آپ کی بات نہیں مانتا یعنی جو کچھ آپ چاہتے ہیں وہ نہیں ہوتا۔ تو آپ اس کی بات مان لیجئے وہ اس کے زیادہ لائق ہے پریشانیاں دور ہو جائیں گی۔ مصیبتوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ بھائی اس کے سوا چارہ نہیں۔ الحمد للہ کہنے ہی میں خیر ہے۔

مجھے شاہ جی کی رفاقت میں جتنے دن بھی میسر آئے وہ میری زندگی کا سرمایۂ عزیز ہیں۔ میرے فکر و عقیدہ کی اصلاح ہوئی، اعمال درست ہوئے، لکھنے پڑھنے اور بولنے کا سلیقہ سیکھا اور شعر و ادب سے مناسبت پیدا ہوئی۔ مجھے یہ سعادت حاصل ہے کہ ۲۱ راگست ۱۹۶۱ء کو ان کے انتقال کے بعد تجہیز و تکفین کے تمام مراحل میں شریک رہا۔ شاہ جی زندہ تھے تو لاکھوں کے مجمع سے خطاب فرماتے۔ انتقال ہوا تو لاکھوں مسلمان اُن کی نمازِ جنازہ میں شریک تھے۔ اُنھوں نے فقیرانہ زندگی میں لوگوں کے دلوں پر حکومت کی۔ اُن کو ہم سے جدا ہوئے نصف صدی ہوگئی لیکن لوگوں کے دلوں میں اُن کا احترام آج بھی موجود ہے۔

علماء حق کا ترجمان
المیزان
ناشران و تاجرانِ کتب
دینی، تاریخی، سیاسی، ادبی اور
اصلاحی کتابوں کا معیاری ادارہ
دینی مدارس کے طلباء کے لیے وفاق المدارس
کا تمام نصاب سب سے زیادہ رعایتی قیمت پر
الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور 042-37122981-37217262

قسط نمبر: ۱۵

ورق ورق زندگی

پروفیسر خالد شبیر احمد

محکمہ بحالیات کا قیام (کرپشن کا آغاز):

رفتہ رفتہ چنیوٹ شہر کے حالات معمول پر آنے شروع ہو گئے۔ محکمہ بحالیات کا قیام عمل میں لایا گیا جس کے ذمے مہاجرین کی پاکستان بھر میں آباد کاری تھی۔ لیکن آباد کاری کا اندازِ کار کچھ درست نہ تھا۔ مثلاً ''کلیم'' میں یہ پوچھنے کی ضرورت کیا تھی کہ آپ کیا چھوڑ کر آئے ہیں۔ کتنی جائیداد آپ کی وہاں پر تھی جہاں پر قیام پاکستان سے پہلے آپ ہندوستان میں آباد تھے۔ اس غلطی نے پورے محکمہ بحالیات کو کرپشن کا مرکز بنا دیا۔ ہوا یوں کہ وہ مہاجرین جن کے پاس کچھ قیمتی اثاثے تھے انہوں نے خطیر رقم رشوت میں دے کر اچھے رقبے، اچھے مکان اور کارخانے اپنے نام الاٹ کرا لیے۔ وہ بیچارے جو کچھ رشوت میں نہ دے سکے ان چیزوں سے محروم رہے۔ حالانکہ حقیقتاً ان میں کئی ایسے مہاجر بھی تھے جو ہندوستان میں اچھی جائیداد کے مالک تھے۔ یہ ناانصافی دیدہ ودانستہ کی گئی۔ ایک طرف افسروں میں رشوت لینے کا آغاز قیامِ پاکستان پاکستان کے ساتھ ہی شروع ہو گیا۔ جو آج پوری قوم کے لیے وبالِ جان بنا ہوا ہے اور دوسری طرف امیر وغریب کے درمیان ایک ایسا فاصلہ ہوا کہ جو دن بدن بڑھتا ہی چلا گیا ہے اور یہی فاصلہ آج ہمارے سیاسی، معاشرتی اور معاشی زندگی کے لیے تباہ کن ثابت ہو رہا ہے۔ بحالیات کی کارروائیوں سے شہر چنیوٹ میں بھی مہاجرین کو رقبے، مکان وغیرہ الاٹ ہونے شروع ہو گئے اور قادیانی حضرات آہستہ آہستہ چنیوٹ سے چناب نگر جانے شروع ہو گئے۔ شہر میں قادیانی خاندان نہ ہونے کے برابر ہو گئے اور قادیانی سکول تعلیم الاسلام ہائی سکول بھی چناب نگر منتقل ہو گیا۔

آل پاکستان احرار کانفرنس فیصل آباد (لائل پور، ۱۹۴۸ء):

۱۹۴۶ء کے آخر میں ہم دہلی سے پنجاب چلے آئے۔ چند روز رشتے داروں میں رہ کر واپس دہلی جانے کا پروگرام تھا۔ والد محترم نذیر مجیدی دہلی میں اچھا بھلا کام کر رہے تھے۔ مکان اور کارخانہ جہاں ہمارے کاریگر جفت سازی کا کام کرتے وہیں چھوڑ آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو ہمارا دوبارہ دہلی جانا منظور نہیں تھا۔ مجھے تپ محرقہ ہوا جو طویل ہو گیا۔ پہلے میری تیمارداری اور بیماری واپس جانے کی راہ میں حائل رہی پھر فسادات شروع ہو گئے۔ جس کے بعد قیامِ پاکستان کا اعلان ہوا تو پھر ہم چنیوٹ کے ہی ہو کے رہ گئے۔

قیامِ پاکستان کے بعد ۱۹۴۸ء میں فیصل آباد جو اس وقت لائل پور تھا میں ایک بہت بڑی آل پاکستان احرار کانفرنس منعقد ہوئی۔ چنیوٹ جسے پنجاب میں مجلس احرارِ اسلام کے ایک اہم مرکز کی حیثیت حاصل تھی، اس کانفرنس

میں شرکت کی تیاریوں میں پیش پیش تھا۔ گردونواح کی بستیوں سے بھی احرار رضا کار چنیوٹ پہنچنا شروع ہو گئے اور ایک بہت بڑا جیش لائل پور احرار کانفرنس میں شرکت کے لیے روانہ ہوا۔ دھوبی گھاٹ جواب اقبال پارک کے نام سے مشہور ہے میں کانفرنس کا اہتمام تھا۔ وسیع پنڈال کے علاوہ ہر شہر سے آنے والے رضا کاروں کے خیمے لگے ہوئے تھے اور پورا علاقہ ''احرارستان'' کا منظر پیش کر رہا تھا۔ دو روزہ کانفرنس تھی۔ رضا کاروں کے مظاہرے، شہر میں باوردی پریڈ اور رات کو کانفرنس کے اجتماع ہوتے رہے۔ مجھے یاد ہے کہ پنڈال میں داخلہ بذریعہ ٹکٹ تھا۔ یہی دو چار آنے کا ٹکٹ اندر داخل ہونے کے لیے ضروری تھا۔ مین گیٹ پر احرار رضا کاروں کی ڈیوٹی تھی جس کی قیادت چنیوٹ کے محمد حسین (الٰہی بخش شہید کے داماد) کر رہے تھے۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اپنے کئی ساتھیوں کے ساتھ جب پنڈال کے اندر داخل ہونے کے لیے آئے تو احرار رضا کار محمد حسین نے اُن سے بھی ٹکٹ داخلہ طلب کیا۔ جواب میں شاہ جی نے کہا کہ بیٹے ٹکٹ تو میرے پاس نہیں ہے، رضا کار نے جواب میں کہا کہ پھر آپ جائیے اور فلاں کیمپ سے ٹکٹ خرید کر آئیے، تب ہی آپ کا پنڈال میں داخلہ ممکن ہے ورنہ نہیں۔ شاہ جی نے رضا کار کے حکم کی تعمیل کی اور اپنے تیس چالیس ساتھیوں کے ساتھ داخلہ ٹکٹ خرید کر آئے۔ ٹکٹ رضا کار کے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ جو کچھ تم نے کہا ہے مجھے بہت ہی اچھا لگا ہے اور میں تمہارے اس کام پر تمہیں شاباش دیتا ہوں۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے اُس وقت ہمارا رضا کارانہ نظام کس قدر منظّم اور قابلِ ستائش تھا۔ اور پھر ہمارے رہنما ایسے کاموں میں حائل نہیں ہوتے تھے بلکہ ایسے کاموں کی حوصلہ افزائی فرماتے کہ نظم وضبط کے بغیر تو ایک شطرنج ایسوسی ایشن نہیں چل سکتی چہ جائیکہ ایک پوری جماعت۔ اس کے لیے احرار رضا کار اور احرار رہنما دونوں لائقِ تحسین و آفرین ہیں۔ رضا کار کا اعتماد اور رہنما کی تعمیل دونوں نے مل کر ہمارے رضا کارانہ نظام کو ایک ایسی قوت میں تبدیل کر دیا تھا کہ جس نے تحریکِ پاکستان کے دوران مسلم لیگ کے طوفانِ بدتمیزی کو بھی خاطر میں نہ لا کر اس کا بڑی جرأت اور ہمت کے ساتھ مقابلہ کیا اور کہیں پر بھی وہ مسلم لیگ کی عوامی قوت کے سامنے سرنگوں نہیں ہوئے۔

شورش کاشمیری اور جنرل شاہنواز کی شرکت:

اس کانفرنس میں شورش کاشمیری اور آزاد ہند فوج کے جنرل شاہنواز نے بھی شرکت کی اور عوام سے احرار کے سٹیج سے خطاب کیا۔ شورش کاشمیری کے لباس کو دیکھ کر میں حیران ہوا کہ اب وہ پینٹ اور شرٹ میں ملبوس تھے۔ اور اُس کے جسم پر گوشت کا بھی اضافہ ہو چکا تھا۔ ۱۹۴۶ء میں دہلی کے شورش اور ۱۹۴۸ء میں فیصل آباد کے شورش میں کافی فرق محسوس ہوا۔ انہوں نے بھی اپنی تقریر میں کہا کہ:

> ''لوگ آج میرے لباس کو دیکھ کر حیران و پریشان تو ضرور ہیں کہ یہ وہی شورش ہے جو کبھی کھدر میں ملبوس ہوتا تھا۔ آج ریشم پہنے ہمارے سامنے کھڑا تقریر کر رہا ہے، بھائی بات بالکل سیدھی اور سادی ہے اُس وقت ہم آپ سے کہتے تھے کہ کھدر پہنو آپ نہیں پہنتے تھے آج تم کہتے ہو کھدر پہنو ہم نہیں پہنتے۔''

جنرل شاہنواز پاکستان میں رہنا چاہتے تھے کہ اُن کا تعلق راولپنڈی کے گردونواح کے کسی علاقے سے تھا لیکن حکومت

پاکستان اُنہیں پاکستان رہنے کی اجازت دینے کے لیے تیار نہیں تھی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ آزاد ہند فوج سے متعلق تھے اور ان کی رہائی کا مقدمہ کانگریس نے لڑا تھا۔ پاکستان کی سی۔آئی۔ڈی نے دن رات اُنہیں تنگ کرنا شروع کیا تو انہوں نے پاکستان چھوڑ کر ہندوستان کی راہ لی۔ جہاں پر اُنہیں فوج کے محکمہ میں اہم نوکری دی گئی۔ شورش جب ''کومن ویلتھ'' کے صحافیوں کی کانفرنس میں شرکت کے لیے دہلی گئے تو جنرل شاہنواز نے انہیں اپنے ہاں ٹھہرنے کی دعوت دی تو شورش نے اس لیے انکار کر دیا کہ اب آپ جس محکمے میں ملازم ہیں میں پاکستانی کی حیثیت میں آپ کی اس دعوت کو قبول کرنے سے معذور ہوں، حالانکہ یہ دونوں ایک دوسرے کے بہت گہرے دوست تھے۔ جنرل شاہنواز نے لائل پور کی اس کانفرنس میں تقریر کی اور جماعت احرار کے بارے میں کہا کہ:

> ''مجلس احرار اسلام کا غلامی کے خلاف جدوجہد میں جو حصہ ہے اس پر ہمیں فخر ہے۔ اکابر احرار اور رضا کارانِ احرار نے جس ہمت، دلیری اور حوصلے سے قید و بند کے مصائب برداشت کیے انہیں الفاظ میں بیان کرنے سے میں قاصر ہوں۔ میری اور مجلس احرار اسلام کی قدر مشترک صرف اور صرف انگریز دشمنی ہے اور اسی قدرِ مشترک نے مجھے آپ سے یہاں آ کر مخاطب ہونے پر آمادہ کیا آج میں اس بات پر فخر محسوس کر رہا ہوں کہ میں مجلس احرارِ اسلام کے جلسے میں شریک ہو کر اپنے دل کی بات آپ سے کہہ رہا ہوں اور میرے دل کی بات وہی ہے جو امیر شریعت کا قول ہے کہ ''اس دھرتی نے آج تک انگریز سے بڑھ کر دشمن اسلام پیدا ہی نہیں کیا۔''

پاکستان میں مجلس احرارِ اسلام کی مجلس عاملہ کا پہلا اجلاس:

قیامِ پاکستان کے بعد مجلس احرار اسلام پاکستان کی پہلی مجلس عاملہ کا اجلاس بھی یہیں لائل پور کانفرنس کے موقع پر دھوبی گھاٹ کے مغربی کونے میں ''نور محمد دست کاری'' سکول کی عمارت میں ہوا تھا جس میں مجلس احرارِ اسلام کے تمام اہم رہنماؤں نے شرکت کی۔ دروازے پر میری ڈیوٹی تھی۔ سالارِ اعلیٰ کا مجھے حکم تھا کہ کوئی شخص اوپر نہ جائے۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے اسی حکم کے تحت صاحبزادہ فیض الحسن اور مولانا محمد علی جالندھری دونوں کو اوپر جانے سے روک دیا۔ یہ دونوں احرار کے عظیم رہنما میرے کہنے پر اُس وقت تک رکے رہے جب تک میں نے سالارِ اعلیٰ سے اجازت لے کر اُنہیں اوپر جانے کے لیے نہیں کہا۔ یہ تھا ہماری جماعت کا رضا کارانہ نظام جو ہماری جماعتی قوت کی اصل بنیاد تھی۔ وہ رضا کار جو اپنے رہنماؤں کے حکم پر تحریکوں میں شامل ہو کر جیل جانے کے لیے تیار ہو جاتے تھے اور گولی کھانے تک کو بھی تیار رہتے تھے۔ جماعتی نظم میں رہنما جماعت کے رضا کاروں کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے خوشی محسوس کرتے تھے۔ جس سے رضا کاروں میں اعتماد، حوصلہ اور نظم و ضبط کی اہمیت کا احساس پیدا ہوتا تھا اور اُنہیں یہ بھی محسوس ہوتا تھا کہ ہماری حیثیت بھی جماعت کے اندر رہنماؤں سے کم نہیں ہے۔

لائل پور (فیصل آباد) کی یہ کانفرنس اور مجلس عاملہ کا اجلاس جس میں تقریباً سبھی احرار رہنماؤں نے شرکت کی۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، شیخ حسام الدینؒ، ماسٹر تاج الدین انصاریؒ، صاحبزادہ فیض الحسنؒ، شورش کاشمیریؒ، مولانا سید ابوذر بخاریؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا مظہر علی اظہرؒ، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ اس لحاظ سے انتہائی اہم اجلاس تھا کہ پاکستان بن جانے کے بعد پہلی مجلس عاملہ کا اجلاس تھا۔ ظاہر ہے کہ اس میں پاکستان کے اندر جماعتی نظم کو

بحال کرنے کے علاوہ اور بہت سے اہم معاملات پر بھی گفتگو ہوئی ہوگی۔ مستقبل میں ہمیں کن حکمت عملیوں کے تحت اس ملک کے اندر جماعت کو لے کر آگے بڑھنا ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد مجلس احرارِ اسلام کی یہ کانفرنس خصوصی حیثیت کی حامل تھی جو ہر لحاظ سے کامیاب رہی۔ رضا کارانہ تنظیم تو ہر لحاظ سے اپنے عروج پر تھی۔ قیامِ پاکستان کے بعد نیا ولولہ، نیا جذبہ اور عزم واستقلال دیکھا گیا۔ جلسے میں عوام کی شرکت، تقاریر کا معیار دیکھ کر ہر احرار رضا کار جیسے کہہ رہا ہو:

کہو نہ خدا سے لنگر اُٹھا دے
میں طوفاں کی ضد دیکھنا چاہتا ہوں

لاہور میں مجلس احرارِ اسلام کی تاریخی کانفرنس (۱۹۴۹ء):

اس کانفرنس کے بعد جلد ہی دوسری احرار کانفرنس لاہور میں شرکت کی تیاریاں شروع ہوگئیں جو ۱۳، ۱۴، ۱۵؍ جنوری ۱۹۴۹ء کو لاہور میں ہوئی۔ ربیع الاوّل کا مہینہ تھا۔ میلاد النبی کے جلوس میں پاکستان بھر سے احرار رضا کاروں کی کثیر تعداد جو ہزاروں تک کہی جاسکتی ہے جلوس میں شریک ہوئی۔ جماعت احرار کا عسکری نظام قابلِ دید تھا۔ ہزاروں کی تعداد میں احرار سرخ پوش رضا کار لاہور کی سڑکوں پر مارچ کرتے رہے۔ لاہور، سیالکوٹ، گوجرانوالہ اور لائل پور کے احرار عسکری بینڈ دھنوں کے ساتھ ایک عجیب وغریب، دلکش ودلفریب سماں پیدا کر رہے تھے۔ عسکری دھنوں پر رضا کاروں کی پریڈ نے لوگوں کو مبہوت کر کے رکھ دیا تھا۔ لوگ حیران تھے کہ احرار رضا کاروں نے یہ تربیت کہاں سے اور کیسے حاصل کی ہے کہ بالکل سرخ وردی میں فوج کے ہم پلّہ دکھائی دے رہے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ قلعہ لاہور کے جنوبی دروازے پر احرار رضا کاروں نے پنجاب کے وزیرِ اعلیٰ نواب افتخار حسین ممدوٹ کو سلامی دی جو احرار کی طرف سے مسلم لیگی وزیرِ اعلیٰ کو قیامِ پاکستان کے بعد خیر سگالی کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ غازی محمد حسین سالارِ اعلیٰ پنجاب اور سالار معراج ہمارے سپہ سالار تھے۔ اسی کانفرنس کے موقع پر دفتر احرار بیرون دہلی دروازہ مجلس احرارِ اسلام پاکستان کی مجلس عاملہ کی ایک اہم میٹنگ میں اس اہم فیصلہ کو آخری شکل دی گئی۔

تاریخی فیصلہ:

> ''مجلس احرارِ اسلام اگرچہ اس پوزیشن میں ہے کہ وہ پاکستان میں بطور اپوزیشن قوم کی خدمت کرسکتی ہے اس کے باوجود مجلس احرارِ اسلام ملکی سیاست سے الگ رہنے کا اعلان کرتی ہے۔ انتخابی سیاست سے علیحدہ ہوکر دینی محاذ پر دینی اقدار اور دینی شعائر کے تحفظ تک اپنے آپ کو محدود کرتے ہوئے اعلان کرتی ہے کہ احرار کے جن رہنماؤں نے سیاست میں کام کرنا ہے وہ مسلم لیگ میں شامل ہوکر اس نئے ملک کے اہم مسائل کو حل کرنے کے لیے مسلم لیگ کے ساتھ تعاون کریں۔''

رہنماؤں نے یہ فیصلہ تو کرلیا لیکن اس کے بعد مشکل مرحلہ یہ تھا کہ جلسہ عام میں اس اہم اور تاریخی فیصلے کا اعلان کون کرے گا۔ تأثر یہ تھا کہ رضا کارانِ احرار شاید اس فیصلے کو تسلیم کرنے سے انکار کردیں۔ جو کہ پاکستان میں مسلم لیگ کے مقابل حزب اختلاف کے طور پر کام کرنے کے لیے ذہنی طور پر بالکل تیار تھے۔ جب کوئی بھی رہنما اس تاریخی فیصلے کا اعلان کرنے کے لیے تیار نہ ہوا تو یہ مشکل کام بھی امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے سپرد کیا گیا۔ چنانچہ رات

کے اجتماع میں جب شاہ جی نے اس تاریخی فیصلے کا اعلان کیا جس کا مرکزی نکتہ یہ تھا کہ احرار اپنی سیاسی حیثیت کو ختم کر کے سیاسی کام کے لیے مسلم لیگ کے ساتھ تعاون کرے گی۔ تو اس اعلان کے بعد میں نے احرار رضا کاروں کو اپنے خیموں میں دھاڑیں مار کر روتے ہوئے دیکھا۔ اُن کے رونے اور سسکیوں کی آواز جلسہ گاہ میں عام لوگوں کو بھی سنائی دی جا رہی تھی۔ اس کے باوجود فیصلے کی تعمیل کی گئی۔ احرار رضا کاروں اور رہنماؤں کی ایک محدود تعداد نے مسلم لیگ میں شمولیت بھی اختیار کر لی یہ الگ بات کہ ان میں سے بعض نے مسلم لیگ سے حسین شہید سہروردی کی عوامی لیگ کا چکر کاٹ کے دوبارہ جماعت احرار میں شمولیت کی۔ سوائے نواب زادہ نصر اللہ خان جو اس کے بعد کبھی جماعت احرار میں شامل نہ ہوئے۔ اس موقع پر سٹیج پر شاہ جیؒ سے بھی میری ملاقات ہوئی۔ یہ انتہائی مختصر ملاقات تھی۔ میرے ہاتھ میں شاہ جی کا فوٹو تھا۔ مجھ سے خیریت پوچھی۔ فرمانے لگے: یہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ میں نے کہا: شاہ جی! یہ آپ کا فوٹو ہے جو میں نے یہیں سے ہی خریدا ہے۔ کہنے لگے تمہیں بھی میرے فوٹو کی ضرورت ہے۔ تم نے میری تصویر کیوں خریدی ہے؟ چند لمحوں کی یہ ملاقات تھی لیکن اس ملاقات میں بھی وہی خلوص وہی محبت جو آپ کی شخصیت کا لازمہ تھی مجھے میسر آئی۔ ان چند لمحوں کی ملاقات سے مجھے بے پناہ خوشی ہوئی کیونکہ جب میں چنیوٹ سے کانفرنس میں شرکت کے لیے چلا تھا تو جہاں مجھے کانفرنس میں شمولیت کی خوشی تھی وہاں میری یہ خواہش بھی اپنے پورے عروج پر تھی کہ شاید کانفرنس کے دوران شاہ جی سے میری ملاقات ہو جائے۔

قومی اخبارات کی رائے:

کانفرنس کے اختتام کے بعد دوسرے روز قومی اخبارات میں مجلس احرارِ اسلام کے اس تاریخی فیصلے کو شہ سرخیوں کے ساتھ شائع کیا گیا۔ پورے ملک کے عوام نے اس فیصلے کو بنظر استحسان دیکھا اور پڑھا۔ اخبارات نے اس پر اداریے لکھے۔ اس فیصلہ کو قومی استحکام اور ملکی فلاح کے لیے ایک نیک فال قرار دیا گیا۔ اور کہا گیا کہ مجلس احرارِ اسلام نے یہ فیصلہ کر کے ثابت کر دیا ہے کہ وہ قیام پاکستان کو اپنے دل کی گہرائیوں سے تسلیم کرتے ہیں اور ملک کے قیام کے بعد وہ بھی اسی طرح حب الوطنی کے جذبے سے سرشار ہیں جس طرح دوسرے پاکستانی۔ اور اس طرح اُن کا تحریک پاکستان سے علیحدہ رہنے کا ایک طرح سے ازالہ بھی ہے۔ ہر پاکستانی خصوصاً پاکستان کے حکمرانوں کو بھی اپنے دل و دماغ کی تمام وسعتوں کے ساتھ اس فیصلے کی ستائش کرنی چاہیے۔

اسی کانفرنس میں شاہ جی نے عوام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

> ''میں اُن لوگوں میں سے نہیں ہوں جو صدا دیتے پھریں کہ میں تو شئہ وفاداری لیے پھرتا ہوں۔ میری انگلی پکڑ کر ساتھ لے چلو۔ جس مقتل میں چاہو مجھے ذبح کر دو ایسا کبھی نہیں ہوگا، ہرگز نہیں ہوگا کہ بخاری کسی کو دھوکا دے۔ میں خوش ہوں، میری خوشی بیکراں ہے کہ اس ملک سے انگریز نکل گیا۔ میں دنیا کے کسی حصے میں بھی سامراج کو نہیں دیکھ سکتا۔ میں اس کو قرآن اور اسلام کے خلاف سمجھتا ہوں۔
>
> تم میری رائے کو خود فروشی کا نام نہ دو۔ میری رائے ہار گئی اور اس کہانی کو یہیں ختم کر دو۔ اب پاکستان نے جب بھی پکارا واللہ باللہ اس کے ذرّے ذرّے کی حفاظت کروں گا۔ مجھے یہ اتنا ہی عزیز ہے جتنا کوئی اور دعویٰ کر سکتا ہے۔ میں قول کا نہیں عمل کا آدمی ہوں۔ اس طرف کسی نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو آنکھ پھوڑ دی

جائے گی۔ ہاتھ اٹھایا تو ہاتھ کاٹ دیا جائے گا میں اس وطن اور اس کی عزت وتحفظ کے مقابلے میں نہ اپنی جان عزیز رکھتا ہوں نہ اولاد۔ میرا خون پہلے بھی تمہارا تھا اور اب بھی تمہارا ہے۔

اس تقریر کا عملی جواب آپ نے اُس وقت دیا۔ جب حیدر آباد دکن کی فتح کے موقع پر پاکستان کے وزیرِ اعظم نے اپنی رہائش گاہ کی بالکونی سے تقریر کرتے ہوئے ہندوستان کے خطرناک عزائم سے نقاب اٹھاتے ہوئے ہوا میں اپنا مکّا لہرایا تھا کہ ہم متحد ہیں اور اگر ہندوستان کی طرف سے کوئی ایسا اقدام پاکستان کے خلاف ہوا تو پوری قوم اس مکّے کی طرح اکٹھی ہو کر اس کا مقابلہ کرے گی۔ امیر شریعتؒ اُس وقت میدان عمل میں آئے اور پورے پاکستان میں دفاع کانفرنسوں کا جال پھیلا دیا، غیور پاکستانیوں کی غیرت کو للکارا اور اُنہیں عسکری تربیت کی طرف توجہ دلائی اور اپنی صفوں میں اتحاد قائم کر کے دشمن کے مقابلے میں متحد ہونے کی تلقین کی۔ یہ سب کچھ اس بات کی تصدیق ہے جو یہ فرمایا تھا کہ میں ''قول کا نہیں عمل کا آدمی ہوں۔''

قادیانیت کے مسئلہ پر اختلافات:

مجلس احرارِ اسلام نے اس تاریخی فیصلے کے بعد ردِّ قادیانیت کے کام کو مزید تیز کر دیا۔ احرار سیاسی معاملات میں مسلم لیگ کے ہم نوا تو ہو گئے لیکن وہ قادیانیت کے بارے میں مسلم لیگ کی حکمت عملی کے سخت خلاف ہی رہے۔ جس سے اس بات کا خدشہ ہر وقت موجود رہا کہ یہ اتحاد کہیں نہ کہیں ٹکراؤ کی صورت بھی پیدا کر سکتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب ملک کے اندر ضمنی انتخابات کا مرحلہ آیا تو آل پاکستان مسلم لیگ نے مجلس احرارِ اسلام کی درخواست کو مسترد کرتے ہوئے بعض قادیانی امیدواروں کو بھی مسلم لیگ کے ٹکٹ دیے۔ جس پر مجلس احرارِ اسلام نے سخت ردِّ عمل کا اظہار کیا۔ اور باضابطہ اعلان کر دیا کہ وہ ان قادیانی امیدواروں کی مخالفت کرے گی جو مسلم لیگ کے ٹکٹ پر ضمنی انتخاب میں مسلم لیگ کے امیدوار ہوں گے۔ ہر اس قادیانی کی مخالفت کی جائے گی جو الیکشن میں غیر مسلم ہوتے ہوئے مسلمانوں کا نمائندہ بن کر اسمبلی کا ممبر بننے کی کوشش کرے گا۔ جس جس جگہ پر قادیانی کو مسلم لیگ نے ٹکٹ دیا۔ وہاں مجلس احرارِ اسلام نے اپنا محاذ کھول دیا، لائل پور کے نزدیک چک جھمرہ میں عصمت اللہ قادیانی کو مسلم لیگ کا ٹکٹ دیا گیا۔ اس کے علاوہ کئی دوسرے حلقوں میں بھی قادیانی امیدوار کھڑے کیے گئے۔ ہر جگہ ہر قادیانی امیدوار کے مقابلے میں احرار ڈٹ گئے اور انہیں ناکام بنانے کی کوششیں شروع کر دی گئیں۔ چک جھمرہ کے حلقے میں قادیانی امیدوار کے خلاف وسیع پیمانے پر عوامی جلسوں کا اہتمام کیا گیا۔ جن میں کئی جلسوں کو امیر شریعت نے بھی خطاب کرنا تھا۔ اسی سلسلے میں شاہ جی نے فیصل آباد ریلوے سٹیشن پر اترنا تھا۔ انسانوں کا جمِ غفیر آپ کے استقبال کے لیے ریلوے سٹیشن پر موجود تھا۔ استقبال کرنے والوں میں مَیں بھی موجود تھا۔ جب آپ کی گاڑی ریلوے سٹیشن پر آ کر رکی تو فضا نعرۂ تکبیر کی صداؤں سے گونج اٹھی۔ امیر شریعت زندہ باد کے نعروں سے ماحول تھرّا کے رہ گیا تھا۔ گاڑی کے جس ڈبے میں امیر شریعت موجود تھے اس کے ساتھ والے ڈبے میں علاقے کے بہت بڑے پیر جو ''مولوی قطبی'' کے نام سے مشہور تھے بھی موجود تھے۔ انہیں بھی کسی کام کے سلسلے میں فیصل آباد ہی اترنا تھا۔ ان کی نگاہ جب امیر شریعتؒ پر پڑی تو انہوں نے از راہِ احترام شاہ جی سے فرمائش کرتے ہوئے کہا کہ حضرت آپ کا بستر میں

اٹھالیتا ہوں۔ شاہ جی نے جواب میں کہا کہ یہ بوجھ تو میں اکیلا بھی اٹھالوں گا تم اس بوجھ اٹھانے میں میرا ساتھ دو، میرا ہاتھ بٹاؤ جورد ِ قادیانیت کے سلسلے میں مجھ پر آن پڑا ہے۔ آؤ میرے ساتھ مل کر قادیانی امیدوار کے خلاف تقریریں کرو اور اس قادیانی کو ناکام بنانے میں میری مدد کرو۔ میں نے سن رکھا ہے کہ اس علاقے میں تمہارے اچھے خاصے مرید رہائش پذیر ہیں۔ انہیں منع کرو کہ وہ قادیانی امیدوار کو ووٹ نہ دیں تاکہ قادیانیوں کا یہ دعویٰ غلط ثابت ہو کہ وہ مسلمان ہیں اور مسلمانوں کے نمائندہ کے طور پر اسمبلی میں اُن کے ووٹوں سے منتخب ہو کر اسمبلی کے رکن ہیں۔ چنانچہ ''مولوی قطبی'' نے ہامی بھری اور دوسرے دن ہم نے دیکھا کہ جلسہ گاہ میں وہ بھی موجود تھے۔ یہ خوبی تو شاہ جی میں بدرجۂ اَتم موجود تھی کہ وہ راہ جاتے ایک فرد کو بھی اپنے ساتھ ملا لیتے تھے اور اس سے دین کی خدمت کا کام لے لیتے تھے۔ چنانچہ یہ انتخابی معرکہ آج تک لوگوں کو یاد ہے۔ میں خود سائیکل پر سوار ہو کر اُن جلسوں میں شریک ہو کر لوگوں کے جذبۂ ایمانی سے اپنے ایمان کو تازہ کرتا تھا۔ لوگوں کا جذبہ، اُن کا ولولہ اور جوش وخروش دیدنی تھا۔ شاہ جی پر نچھاور ہوئے جاتے اور کہتے ان شاء اللہ ہم اس قادیانی کو تو اسمبلی کا نمائندہ نہیں بننے دیں گے۔ مجھے یاد ہے کہ چک جھمرہ کے ریلوے سٹیشن پر قادیانیوں اور احرار رضا کاروں کے درمیان تصادم بھی ہوا تھا۔ جس میں قادیانی امیدوار عصمت اللہ اور اس کا بیٹا زخمی ہوا۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

وزیراعظم اور قاضی احسان احمد کی ملاقات:

اس انتخابی معرکہ میں حصے لینے کے لیے ملک کے وزیراعظم خان لیاقت علی خان بھی لائل پور ایک سپیشل سیلون کے ذریعے پہنچے۔ وہ اپنے مسلم لیگی قادیانی امیدوار کے حق میں عوامی جلسے سے خطاب کرنا چاہتے تھے۔ جس کی وجہ سے لائل پور اور اس کے گردونواح کے عوامی حلقے اچھے خاصے مشتعل تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ لیاقت علی کسی جلسے سے خطاب کریں۔ احرار حلقے بھی ایسا نہیں چاہتے تھے کہ اس طرح ان کی الیکشن مہم بھی متاثر ہو سکتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس طرح مدد کی کہ لائل پور ریلوے سٹیشن پر ہی خان لیاقت علی خان سے قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کی ملاقات کی صورت پیدا ہو گئی۔ ملاقات علیحدگی میں تھی، جس میں قاضی صاحب نے وزیراعظم کو قادیانی خدوخال سے پوری طرح اُن کی اپنی کتابوں کے حوالے سے آگاہ کر دیا۔ قاضی صاحب کا ایک خاص طریقہ تھا کہ وہ قادیانی کتب ایک صندوق میں اپنے ساتھ رکھتے تھے اور اور ہر بڑے افسر کو ملاقات کے ذریعے قادیانی کتب سے قائل کرتے تھے کہ وہ کافر ہیں اور مسلمانوں کے بارے میں خود مرزا قادیانی نے جو زبان استعمال کی ہے وہ کوئی شریفانہ انداز نہیں ہے۔ چنانچہ لیاقت علی کے ساتھ دس منٹ کی ملاقات تقریباً ایک گھنٹے کی ملاقات میں تبدیل ہو گئی۔ قاضی احسان احمد شجاع آبادی نے اتنی خوب صورتی کے ساتھ قادیانیت کے تار پود وزیراعظم کے سامنے بکھیرے کہ وہ بغیر تقریر کیے لائل پور سے ہی واپس چلے گئے۔ وزیراعظم نے قاضی صاحب سے وعدہ کیا کہ وہ ملک کے کسی بھی حلقہ میں اپنے کسی قادیانی امیدوار کے حق میں تقریر نہیں کریں گے۔

دراصل اس ملاقات نے قادیانیوں کی ملک کے خلاف درپردہ سازشوں سے پردہ اٹھا دیا۔ دونوں رہنماؤں کے درمیان کچھ ایسے وعدے بھی ہوئے جن کا تعلق پاکستان کے مستقبل سے بھی تھا۔ جو قادیانیوں کے لیے انتہائی نقصان دہ ہو سکتے تھے۔ قادیانی جب اس بات سے واقف ہوئے تو خبردار بھی ہوئے اور خطرناک بھی۔ یہی وجہ ہے کہ قادیانی، لیاقت علی کی شہادت کی سازش میں برابر کے شریک تھے۔ اس مقدمۂ شہادت میں اگر دیانتداری سے کام لیا جاتا اور مقدمہ کی فائل اور ریکارڈ کو ضائع نہ کیا جاتا تو قادیانی سازش اس وقت ہی سامنے آجاتی۔ بہر حال یہ بات تو واضح ہے کہ سید اکبر لیاقت علی کا قاتل نہیں تھا۔ اگر وہ قاتل ہوتا تو پھر اسے گولی نہ ماری جاتی بلکہ اسے پکڑا جاتا، قاتل کوئی اور تھا۔ پنجاب پولیس بھی اس سازش میں پوری طرح ملوث تھی، دوسرے لیاقت علی ان دنوں پاکستان، ایران اور مصر کو ایک پلیٹ فارم پر لا کر ایک ایسا مسلم یونٹ بنانے کی کوشش کر رہے تھے جس پر تینوں مسلم ممالک کے بین الاقوامی مسائل کو ایک ہی سٹیج سے دنیا کے سامنے پیش کیا جا سکے۔ اس کا تذکرہ ''مارشل لا سے مارشل لا تک'' کتاب میں موجود ہے جو راجہ غضنفر علی کی ڈائری کے حوالے سے سید نور احمد کی تصنیف میں موجود ہے۔ راجہ صاحب اس وقت ایران میں پاکستان کے سفیر تھے، بہر حال لیاقت علی کے واپس چلے جانے کے بعد قادیانی حلقے پر اوس پڑ گئی اور وہ بری طرح مایوس ہو گئے۔ انتخاب کا جب اعلان ہوا تو پورے ملک کے اندر ایک قادیانی امیدوار بھی کامیاب نہ ہو سکا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا کرم اور مجلس احرارِ اسلام کی محنت کا اجر تھا جو انھوں نے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی قیادت میں ردِّ قادیانیت کے سلسلے میں پوری قوم کے سامنے پیش کی تھی

کیا خوبیاں جمع تھیں بخاری کی ذات میں
جس نے ہلا کے رکھ دیا انگریز کا نظام

اس عظیم فتح کے بعد مجلس احرارِ اسلام نے ملک بھر میں یومِ تشکّر منایا۔ جس کا ذکر اگلی قسط میں پیش قارئین کیا جائے گا۔ (جاری ہے)

☆☆☆

حسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

تبصرہ: جاوید اختر بھٹی

● **پہلا پتھر**　　مصنف: کیپٹن نذیر الدین خان　　ضخامت: ۳۹۹ صفحات　　قیمت: ۴۴۰

ناشر:　نیو ہورائزن پبلی کیشنز: ۱۰۶۔ اے بلاک، ۱۱ گلشن اقبال۔ راشد منہاس روڈ کراچی

کیپٹن نذیر ایک حق گو تاریخ نویس ہیں۔ اس لیے تاریخ کا مطالعہ کرتے ہوئے وہ بار بار جذباتی ہوتے ہیں۔ کتاب کی ابتدا میں ہی یعنی صفحہ تین پر انھوں نے خود کو ''ضمیر کی عدالت میں'' کھڑا کر دیا۔ اور اس کے ساتھ حلف اٹھایا کہ ''حقائق سے چشم پوشی ہی منافقت کا دوسرا نام۔ لہٰذا میں ضمیر کی عدالت میں جو بھی کہوں گا سچ کہوں گا۔ سچ کے علاوہ کچھ نہ کہوں گا۔'' صفحہ چار پر انھوں نے اس کتاب کا انتساب ''سولہ کروڑ ہم وطن غلاموں کے نام'' کیا ہے۔

میرا خیال ہے کہ قوموں کی غلامی کے مجرم سپہ سالار یا حکمران ہوتے ہیں جن کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے قوم غلام بن جاتی ہے لیکن کیپٹن نذیر کے نظریات مختلف ہیں وہ اس میں قوم کو بھی ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔ وہ جلی حروف میں لکھتے ہیں:

> ''شرم ناک حقیقت تو یہ ہے کہ قوم خود ہی غلامی کی قسم کھائے بیٹھی تھی کہ جوں ہی انگریز پر نظر پڑی اس کے قدموں میں سر رکھ کر غلامی کی بھیک مانگ لی۔'' (پیش لفظ سے اقتباس)

ہندوستان کی تاریخ شاہد ہے کہ یہ سب کچھ اتنی آسانی سے نہیں ہوا۔ اس سرزمین پر بے شمار لوگ قربان ہوئے۔ اسی پیش لفظ میں کیپٹن صاحب مزید لکھتے ہیں:

> ''کیا یہ اپنے ہی نوکروں کو سر پر بٹھا کر حکومت، حکمران اور سرکار سمجھنے والی خاموش اکثریت منافق اور شعور کی پستی کا شاہکار نہیں ہے۔''

یہ کتاب ۱۲۷ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا باب ''اسبابِ غلامی'' کی ابتدا مغل دور سے ہوتی ہے۔ اس میں پلاسی کا ذکر بھی آتا ہے۔ اور جب پلاسی کا ذکر ہوگا تو اس کے ساتھ میر جعفر کا ذکر بھی ضرور آئے گا۔ دوسرے باب ''برصغیر میں مغلوں کے اثرات'' میں بابر سے لے کر شاہ جہان تک کا مختصر جائزہ لیا گیا ہے۔ پھر انگریز کی ہندوستان میں آمد اور مغلوں کا زوال بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا ساتواں باب کافی دل چسپ ہے اس کا عنوان ہے: ''تیجوری ہیجڑے'' اس کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

''بابر سے لے کر اورنگ زیب تک ہی وہ نمایاں کردار تھے جنہوں نے نہ صرف ہندوستان کی تاریخ پر بلکہ آنے والی نسلوں کے مستقبل پر گہرے اثرات نقش کیے اور اسے تاریک بنایا۔ بعد ازاں آنے والے تو ناکارہ ہیجڑے (eunuch) ہی ثابت ہوئے۔ جنہوں سات سمندر پار آنے والی ایک حقیر قوم کے قدموں میں سر رکھ کر طوق غلامی قبول کیا۔''

یہ پس منظر دراصل ''آزادی کی تحریک'' کی تمہید ہے۔ اس میں ہندوؤں کی سیاست سے وابستگی اور مسلمانوں کی عدم وابستگی اور غیر سیاسی فیصلوں کا ذکر ملتا ہے۔ اس باب کے آخر میں کیپٹن نذیر لکھتے ہیں:

''یہ سرسید ہی کی رہنمائی کا نتیجہ ہے کہ ہم آج بھی سیاسی بلوغت کو نہیں پہنچ پائے۔ پھر کیوں نہ ہم اپنے عظیم رہنما کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اگر اپنی تقدیر انگریز کو دوبارہ سونپ کر چین کی نیند سو جائیں۔ انگریز تو خیر سے چلا ہی گیا تو کیا ہوا۔ ہم نے امریکہ کی غلامی تو قبول کر ہی لی ہے۔''

ایک باب ''پاکستان'' کے عنوان سے ہے یہ بھی قابلِ توجہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ کتاب بہت محنت اور جذبات کی روشنائی سے لکھی گئی ہے۔ مگر حالات اب جو رخ اختیار کر چکے ہیں۔ انہیں پریشان حال عوام حیرت سے ہی دیکھ سکتے ہیں۔ وہ احتجاج کرتے ہیں تو ان پر انگریز سے زیادہ مظالم ان کے اپنے ہم وطن حکمران کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ کیپٹن نذیر کی آواز بہت دور تک جائے اور ان کی یہ کتاب پیش خیمہ ثابت ہو۔

- **کردار کی دیمک**　مصنف: کیپٹن نذیر الدین خان

ضخامت: ۹۲ صفحات　　قیمت: ۱۲۰ روپے　　ناشر: نئے افق پبلی کیشنز کراچی

اس کتابچے کو پہلی کتاب (پہلا پتھر) کا حصہ ہی تصور کیا جائے کیونکہ کچھ فرق کے ساتھ موضوعات ایک سے ہیں۔ کتابچے میں کہیں لکھا تو نہیں لیکن میں نے اسے ناولٹ کے طور پر ہی پڑھا۔ شدت جذبات کا احساس یہاں بھی موجود ہے۔ صفحہ دو پر کیپٹن نذیر لکھتے ہیں: ''میرا پیغام نفرت ہے جہاں تک پہنچے۔ اولاد اس باپ سے نفرت کرے۔ ماں باپ اس اولاد سے نفرت کریں، بھائی بہن اس بھائی سے نفرت کریں ہر رشتہ اور ہر تعلق اس سے نفرت کرے۔ جس کے کردار میں لگی دیمک نے اس خوب صورت ملک کی جڑوں کو چاٹ چاٹ کر کھوکھلا کر دیا اور ملّت کے ماتھے پر بدنما داغ بن گئی۔

''نفرت، نفرت، نفرت، ہر سو نفرت کی آگ پھیل جائے کہ نفرت ہی اس دیمک کو کچلنے کا واحد ذریعہ ہے۔''

پوری کتاب اس نظریے کا پھیلاؤ ہے لیکن معاشرے میں اس ''دیمک'' کی حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے۔ اسے طاقت اور خوراک فراہم کی جا رہی ہے۔ تاکہ وہ اس ملک کو پورے طور پر مٹی کا ڈھیر بنا دے۔ اس نفرت کو جس نے ''دیمک'' کے خلاف جنگ کرنی ہے۔ اسے سپاہی کون فراہم کرے گا۔ وقت ایک سا نہیں رہتا، تبدیلی بہر حال آئے گی اور ضرور آئے گی۔ لیکن ابھی تو ہم ''دیمک'' کے رحم و کرم پر ہیں کہ ہمیں وہ کتنا کھائے اور کتنا چھوڑ دے۔

آہ! ہماری امی جان

لختِ جگر حضرت مولانا محمد گل شیر شہید رحمۃ اللہ علیہ

مفتی ہارون مطیع اللہ

کسی شخصیت پر کچھ لکھنا شاید آسان ہو مگر والدین مرحومین اور بطورِ خاص ماں پر کچھ لکھنا بہت ہی دشوار ہے۔
ہماری والدہ مکرمہ (بیوہ مولانا عطاء اللہ کیمبلپوری قادریؒ) نے حضرت مولانا محمد گل شیر شہید کے ہاں ۱۹۳۵ء میں آنکھ کھولی۔
مولانا محمد گل شیر شہید تحریکِ آزادی کے عظیم رہنما تھے۔جنھوں نے تحفظِ ختمِ نبوت اور مشنِ احرار کو چہار دانگ عالم میں پھیلا کر ۱۹۴۴ء میں شہادت کی صورت میں اپنی قیمتی جان اللہ کو پیش کر دی۔

مجلس احرار اسلام کے رہنما سائیں محمد حیات پسروریؒ ،ملہو والی گاؤں ضلع اٹک میں جب تعزیت کے لیے تشریف لائے تو کئی روز تک گاؤں میں اُن کا قیام رہا۔انھوں نے کئی مرتبہ اس کا تذکرہ فرمایا کہ میں جب بھی مولانا محمد گل شیر شہیدؒ کی قبر پر فاتحہ کے لیے جاتا تو ایک معصوم بچی وہاں بیٹھ کر زاروقطار رو رہی ہوتی بالآخر انہوں نے ایک دن اُس بچی کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ رکھ کر رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

> ''مت رو، میری بچی تیرا باپ اگر سونے کے مول بھی مل سکتا تو میں خود بک کر بھی اسے خرید لیتا،لیکن میری بیٹی قدرت کے آگے کس کی چلتی ہے؟''

سائیں محمد حیات پسروریؒ بچی کو دلاسہ دیتے ہوئے اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے اور خود بھی رو پڑے۔ راقم الحروف نے بچپن میں امی جان سے بارہا سنا کہ کاش میں مولانا شہیدؒ کا بیٹا ہوتی تو اُن کے مشن کو پوری دنیا میں پھیلاتی۔ ہماری نانی جان نے بتایا کہ تمھارے نانا حضرت مولانا محمد گل شیر جب گھر تشریف لاتے تو تمھاری امی جو اُس وقت بالکل معصوم بچی تھی ،اُن سے کہتی: ابا جان! آپ اللہ کے راستے میں نکل جائیں۔ یہ بات راقم کو نانی جان نے بتائی۔ جب ۱۹۵۱ء میں درویش صفت عالم دین مولانا عطاء اللہ مرحوم سے آپ کا عقد ہوا تو اپنے شوہر کو بھی یہی فرماتیں کہ آپ اللہ کے دین کے لیے نکلیں۔ پہلے پہل اللہ نے بچیوں سے نوازا تو انتہائی خودداری، پردہ داری کے ساتھ کھیتی باڑی اور کنوؤں سے پانی وغیرہ بھرنے کے لیے ہمہ وقت بچیوں کے ساتھ رہتیں۔ بعد ازاں اللہ نے چار بچوں سے نوازا تو اُن کو دین پڑھایا۔ تعلیم کے لیے گھر سے دور مدرسوں میں داخل کرایا۔راقم الحروف ۷ سال کی عمر میں دینی مدرسہ میں داخل کرا دیا گیا محلے کی

عورتوں اور جاننے والیوں نے رشتہ دار عورتوں نے کہا کہ آپ نے بچوں کو کیوں قصبے سے باہر مدرسوں میں داخل کرا دیا۔ جدائی کی گھڑیاں برداشت کر رہی ہیں تو فرماتیں کہ یہ میری جدائی آخرت کے لیے ہے۔

بچپن میں ہی ہم نے اکابر علمائے حق کا اُن سے تذکرہ سنا۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، حافظ الحدیث حضرت درخواستیؒ، حضرت لاہوریؒ، مجلس احرارِ اسلام، تبلیغی جماعت، جمعیت علماء اسلام سمیت شخصیات اور جماعتوں کا ہمہ وقت ہمارے سامنے تذکرہ فرماتی رہتیں۔ ہمارے والد مرحوم کے ذریعہ سے حضرت درخواستی کو گاؤں ''ملہو والی'' تشریف آوری کی دعوت دی۔ وہ تشریف لائے تو اُن کی خدمت میں کھدر کے کپڑے کا ایک تھیلا پیش کر دیا کہ اس پر دم کر دیں۔ والدہ مرحومہ نے اس تھیلے کو آخر وقت تک بطورِ بیت المال استعمال کیا، سب گھر والوں کو پتہ تھا کہ امی جان اس بیت المال سے ہمیشہ پیسے نکال کر استعمال فرماتی تھیں اور کبھی پیسہ ختم ہونے کا نام نہیں لیتا تھا۔ آپ کی وفات کے بعد اس بیت المال کو ہم سب بہن بھائیوں نے برکت کے لیے اپنے پاس رکھ لیا۔ مہمان نوازی آپ کا وصفِ خاص تھا۔ گاؤں کے اندر موجود دو عدد مدرسوں میں زیرِ تعلیم طلبہ برتن اور چھابی لے کر گھروں سے روٹیاں مانگ کر کھاتے اور اس طرح مدارس کا نظام چلتا، والدہ مکرمہ آنے والے طلبہ کو پہلے کھانا کھلاتیں اس کے بعد اجتماعی کھانے میں اپنا حصہ ملا کر انہیں بھیج دیتی۔

چند سال پہلے راقم اپنے ایک ہم جماعت مولانا شمس الحق مشتاق کے ہاں انگلینڈ کے شہر برمنگھم میں گیا تو انہوں نے مجھے پورے سفر کے دوران قیام اپنے ہاں کرنے کا کہا، راقم نے کچھ عذر پیش کیا تو کہنے لگے ۱۹۷۴ء میں ملہو والی گاؤں میں شیخ الحدیث حضرت مولانا نور محمدؒ کے ہاں زیرِ تعلیم ہونے کے موقعہ پر ایک روز شدید بھوک کے عالم میں آپ کی والدہ مکرمہ کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا جس میں سالن کے کے طور پر خالص دیسی گھی میں پڑی شکر اور تنور کی تازہ تازہ گرم روٹی کھائی تھی اور کہا کہ اتنے برسوں بعد آج بھی میں اس کا ذائقہ محسوس کر رہا ہوں لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ میرے پاس قیام کریں تا کہ میں بھی کوئی خدمت کر سکوں۔

گھر میں ہمہ وقت کچھ نہ کچھ کھانے کے لیے رکھا رہتا کہ جب بھی کوئی مہمان آئے تو اس کی ضیافت میں تاخیر نہ ہو۔ حتیٰ کہ پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں بھی کھانے کی چیزیں اپنی ماؤں سے نہ مانگتے بلکہ ہماری والدہ مکرمہ سے طلب کرتے۔

۱۹۷۷ء میں شدید بخار میں مبتلا تھیں۔ گاؤں میں تبلیغی جماعت آئی ہوئی تھی۔ اس تکلیف میں بھی ان کے لیے تنور پر روٹیاں پکائیں۔ جب تھک گئیں تو دعا کرتے ہوئے کہنے لگیں یا اللہ! اس چیز کو قبولیت کی صورت میں مجھے اپنے گھر بلا لے۔ بعض دفعہ زبان سے نکلی ہوئی دعا بہت جلد قبول ہو جاتی ہے، اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ اسی سال مالک الملک نے حج کے لیے بلا لیا۔ مہمانانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانے پکانے کے لیے بے تاب رہتیں، طلبائے کرام اور جماعتوں کے لیے ایک خاص قسم کا علاقائی ''مکھڈی حلوہ'' خصوصی طور پر پکا کر کھلاتیں جو کراچی مفیدہ سے جانے والی جماعتوں کے احباب نے تناول فرمایا اور وہ اس کو یاد رکھے ہوئے ہیں۔

راقم کی عمر ے سال سے کچھ کم تھی۔ ہماری والدہ کے نانا ملک مظفر حسین ٹمن جونہایت سخی مزاج اور مہمان نواز تھے۔ گاؤں میں ہمارے گھر تشریف لائے تو والدہ مکرمہ نے زبردست محبت سے کھانا پکا کر انہیں کھلایا، ہمیں فرمانے لگے تمھاری اماں کھانا تو محبت سے پکا کر کھلاتی ہے مگر تم لوگ دیکھنا چند دنوں میں تمہیں گھر سے مدرسوں کے لیے بھگا دے گی۔ یہ کہہ کر بابا مظفر حسین آبدیدہ ہوگئے۔

راقم الحروف ۷ سال کی عمر سے پردیسی ہوگیا۔ بعض نہایت اہم رشتہ دار بزرگ خواتین نے اماں جان سے کہا کہ آپ کا بیٹا عیدین پر آپ کے ہاں گاؤں میں نہیں آتا۔ ان کا خیال تھا کہ والدۂ مکرمہ کچھ غصے وغیرہ کا اظہار فرمائیں گی مگر وہ سن کر ورطۂ حیرت میں پڑ گئیں جب والدہ مکرمہ نے یہ جواب دیا کہ میرا بیٹا جب بھی میرے پاس آتا ہے میری عید ہوتی ہے۔ عید الفطر اور عیدِ قربان تو دو مرتبہ ہوتی ہے اور میرا بیٹا سال میں پانچ چھے مرتبہ آتا ہے لہٰذا میری پانچ چھے عیدیں ہوتی ہیں۔

اپنے بچوں کو حصولِ علم دین کے لیے گاؤں سے باہر کے مدارس میں داخلہ دلوا دیا۔ ہم لوگ مدرسے سے چند دنوں کی چھٹی پر آتے تو جیسے ہی رخصت مکمل ہونے کا وقت قریب ہوتا والدہ مکرمہ والد ماجد مرحوم کو کہتیں کہ بچوں کو جلد مدرسہ میں پہنچائیں۔ ملک کے بہترین شفیق اساتذہ کی خدمت میں اور معیاری مدرسوں میں حضرت والد مرحوم نے حصولِ تعلیم کے لیے پہنچایا اور گھر سے بروقت اور مکمل سفری تیاری بستر، خورونوش اور اپنے وقت وروایت کے حساب سے اشیاء سے لیس کر کے اماں جان نے گھر سے مدرسہ بھیجا۔

جب اپنے بچوں کو دوسرے مختلف دینی مدارس میں داخلہ دلا دیا تو گاؤں میں تعلیم کے لیے آنے والے طلبہ کی بالکل اپنے بچوں کی طرح خدمت فرماتیں، دینی طلبہ تو بلاشبہ نہایت ہی قابلِ قدر ہوتے ہیں، آپ کا مہمان نوازی کا وصف اتنا غالب تھا کہ اپنے سسرال کے بالکل ان پڑھ، گنوار اور سادہ قسم کے لوگوں کی بھی دروازے پر آنے کی صورت میں ایسی مہمان نوازی فرماتیں کہ آج وہ ان کی اداؤں کو یاد کر کر کے آنسوؤں روتے ہیں اور ان کے لیے خوب مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اتنی خاندانی اعتبار سے معزز خاتون نے اتنا طویل عرصہ کبھی بھی ناگواری کا اظہار نہ فرمایا۔

راقم الحروف سمیت دیگر بھائیوں کے بارے جب مشورہ ہوتا کہ دورۂ حدیث کہاں کرایا جائے تو علماء واکابر سے محبت کی وجہ سے صرف جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی یا جامعہ فاروقیہ کی رائے دیتیں چنانچہ راقم نے الحمدللہ جامعہ بنوری ٹاؤن سے سندِ فراغت پائی اور دیگر بھائیوں نے جامعہ فاروقیہ سے۔

اپنی پانچوں بیٹیوں کی شادی صرف دینی رشتوں کی بنیاد پر برادری سے باہر کی۔ ۱۹۷۹ء میں راقم کی بڑی دو بہنوں کی شادی ہوئی تو ایک تو نکاح پڑھوانے کے لیے حضرت مولانا محمد گل شیر شہیدؒ کی جانب سے گاؤں ملھووالی میں مذکورہ

شیخ الحدیث مولانا نور محمد کو ہی دعوت دلوائی، دوسرے میرے دو بہنوئیوں کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ میری بیٹیوں کو اگر آپ نے سونا کھلایا اور خدانخواستہ دین سے دور رکھا تو خوش نہیں ہوں گی اور اگر سوکھے ٹکڑے کھلائے مگر دین کو مقدم رکھا تو بے حد مسرور ہوں گی اور پھر آبدیدہ ہو کر اپنا پرانا واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ اپنے بچوں کو خشک ٹکڑے پانی میں بھگو کر کھلائے اور خود بھوکی رہی قریباً دو دن تک میں نے کچھ نہ کھایا مگر نہ کسی سے ذکر کیا اور نہ گاؤں میں موجود انتہائی کروفر سے زندگی گزارنے والے اکلوتے بھائی سے ذکر کیا۔ اس کے بعد اللہ نے آسانی فرمادی اور سخت عسرت والی زندگی سے نجات عطا فرمادی مگر اللہ کا دروازہ کھٹکھٹاتے رہنا وہ تمھارے لیے ضرور درکھول دے گا۔

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کا واقعہ اس موقعے پر سنایا کہ وہ فرماتے ہیں میں نے دس سال تک اللہ کا دروازہ کھٹکھٹایا، کھلنے میں دیر تو لگی لیکن جب اللہ نے دروازہ کھول دیا تو اب بند ہونے کا نام نہیں ہے۔ الحمدللہ

علماء سے محبت کی مثال ۲۰۰۶ء میں سامنے آئی، جب ہماری فیملی کے آخری فرد ہمارے چھوٹے بھائی حافظ قاری ہالیجی حماد اللہ کی شادی خانہ آبادی کا مرحلہ پیش آیا۔ ایک تو تاخیر سے ان کی شادی ہو رہی تھی دوسرے والدہ کی خواہش تھی کہ علمائے کرام کو بطورِ خاص مجلس احرارِ اسلام (جوان کے والد کی جماعت ہے) کے سرکردہ حضرات کو دعوت دی جائے۔ راقم نے دیگر علماء کے علاوہ ابنِ امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری اور نواسۂ امیر شریعت سید محمد کفیل بخاری صاحب کو دعوت دینے کا تذکرہ کیا تو بے انتہا خوش ہوئیں اگرچہ عین وقت پر ابنِ امیر شریعتؒ تو کسی وجہ سے تشریف نہ لا سکے مگر نواسۂ امیر شریعت کفیل شاہ جی کی قیادت میں ایک وفد کی آمد پر ان کی مسرت دیدنی تھی بطورِ خاص وقت نکال کر نواسۂ امیر شریعت سے پردے میں بات کی اور کئی ماہ تک ان کے آنے کا تذکرہ کر کے اظہارِ مسرت فرماتی رہیں۔ مجھے شاباش دی کہ آپ نے اُن کو دعوت دی اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اباجیؒ (حضرت مولانا گل شیر شہید) کی روح بھی خوش ہوئی ہوگی۔

زندگی میں کبھی جسمانی کام سے جی نہ چرایا جس وقت بھی صفائی ستھرائی کی ضرورت پڑی، کھانا پکانے کی ضرورت کبھی بھی ناگواری کا اظہار نہ کیا خدانخواستہ ان سے اگر کبھی مہمانوں کی خدمت کا معاملہ مشورہ لیے بغیر سرانجام دیا گیا تو اللہ کی شان کھانا کم پڑ جاتا، ایک مرتبہ اپنے ایک بیٹے اور بہو کو کھانا کم ہونے کی وجہ سے سخت ناراض ہوئیں کہ مجھ سے مشورہ کر لیتے تو کبھی کھانا کم نہ ہوتا۔

ویسے تو پوری زندگی دین کے ہر معاملے کو زبردست مقدم رکھا مگر علاقائی طور پر ایک چیز بہت غلط رواج پا گئی ہے کہ لوگ اپنی زمینوں میں سے خاص طور پر اپنی لڑکیوں اور بہنوں کو حصہ نہیں دیتے یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا محمد گل شیر شہید کی شہادت کے بعد ہماری والدہ مکرمہ کو کچھ حصہ نہ دیا گیا مگر ہمارے ابا مرحوم کی طرف سے ہماری والدہ کو کافی زمین ملی۔ ورثے میں اُس جائیداد کو والدہ نے ابتداء میں میرے والد کی وفات (۱۹۹۹ء) کے بعد ۲۰۰۱ء ہر ایک میں حصہ تقسیم

کر دیا تھا۔ کچھ زمین کی پیمائش کا مرحلہ باقی تھا۔ جون۲۰۱۲ء کے آغاز میں خود جا کر زمین کی پیمائش کرائی اور اپنی اولاد خاص طور پر اپنی پانچوں بیٹیوں میں تقسیم فرما دی۔ اُن کی زندگی کا یہ آخری عمل ایسا ہے کہ جو حضرات اپنی لڑکیوں کو زمین سے حصہ نہیں دیتے۔ اُن کے لیے عبرت ہے۔ ۱۹/ جون ۲۰۱۲ء کو بیماری نے گھیر لیا۔ انتہائی مخلص ڈاکٹر حضرات کے مشورہ سے والدہ مکرمہ کو پمز ہسپتال اسلام آباد میں بغرضِ علاج داخل کرایا گیا۔ اسی روز راقم الحروف ناکارہ اور فیملی بھی کراچی سے اسلام آباد پہنچ گئے۔ اور اللہ نے بہن بھائیوں، بھانجے بھانجیوں کو خدمت کا موقع دیا۔ آپ کو شہادت کی موت کی بہت تمنا تھی۔ اللہ نے بھی ظاہری طور پر معنوی شہادت کے یہ اسباب پیدا فرمائے کہ گاؤں سے اسلام آباد لے جا کر علاج کے لیے داخل کرایا گیا اور کبھی کبھی جمعہ کے دن موت کی خواہش کرتیں۔ اللہ نے اُن کی دونوں تمنائیں پوری فرمائیں۔ مورخہ ۲۸/ جون ۲۰۱۲ء جمعرات کو جیسے ہی مغرب کی اذانیں شروع ہوئیں۔ اللہ کے سامنے اللہ کے حکم سے حاضر ہو گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وقت کی رابعہ بصریہ علماء، طلباء، مجاہدین، مساجد و مدارس اور ملک میں قیامِ امن کی ہمیشہ دعا فرمانے والی، عابدہ، زاہدہ خاتون سے ہم سب آج محروم ہو گئے۔ اولادِ حقیقی تو غمزدہ تھی مگر حضرت شہیدِ آزادی و ختم نبوت، شہیدِ احرار مولانا محمد گل شیرؒ بہت خوش ہیں کہ اُن کی لختِ جگر اُن کے مشن کو جان سے زیادہ عزیز رکھنے والی اُن کے پاس پہنچ گئی۔

حقیقی اولاد تو غمگین ہوتی ہی ہے مگر یقین کریں کہ راقم نے ایسی دادی نانی کا وصال نہیں دیکھا کہ نواسے، نواسیاں، پوتے، پوتیاں چارپائی اٹھتے وقت زار و قطار رو رہے تھے۔ گاؤں کے لوگ حیران تھے۔ گاؤں میں تاریخی نمازِ جنازہ کے بعد اللہ کی بندی کو ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں حضرت مولانا محمد گل شیر شہید نور اللہ مرقدہٗ کے قبرستان میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ آپ نے سوگواروں میں پانچ بیٹیاں اور چار بیٹے چھوڑے۔

ع ......خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

☆☆☆

قادیانیت کا پیش منظر اور سازشوں کے منحوس سائے

ڈاکٹر محمد عمر فاروق *

علامہ محمد اقبالؒ وہ صاحب بصیرت قومی رہنما تھے، جنہوں نے قادیانیت کے بارے میں ایک مستقل انکشاف آمیز جملہ ارشاد فرمایا تھا کہ'' قادیانی اسلام اور وطن دونوں کے غدار ہیں۔'' قادیانیت کی اسلام سے غداری نئی نبوت کے قیام کی صورت اور عالم اسلام کی دشمنی کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ جبکہ اس کی وطن دشمنی کے مظاہر قدم قدم پر روزانہ دیکھنے کو ملتے ہیں۔ برطانیہ قادیانیت کا موجد ہے اور وہ ہمیشہ اپنی اس کٹھ پتلی کے مفادات کا پشتیبان رہا ہے۔ اس وقت قادیانیوں کا سربراہ مرزا مسرور احمد برطانیہ میں ہی قیام رکھتا ہے۔ جون ۲۰۱۲ء میں برطانیہ میں منعقدہ ایک تقریب میں برطانوی حکومت کے اہم عہدیداروں نے مرزا مسرور کی بے حد تعریف کی اور اسے امن کی علامت قرار دیا۔ جس کی تفصیل روزنامہ ''الفضل'' میں چھپ چکی ہے۔ برطانیہ سے آشیر باد حاصل کرنے کے بعد جولائی میں مرزا مسرور احمد اپنے دوسرے سرپرست امریکہ کی زمین پر جا پہنچا اور سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کی خصوصی اجازت سے امریکہ میں کئی پروگرام منعقد کیے۔ قادیانی جریدے'' احمدیہ ٹائمز'' کے مطابق مرزا مسرور نے اس دورے کے دوران متعدد امریکین سینٹ اور کانگرس کے ممبران سے بھی ملاقات کی۔ ذرائع کے مطابق امریکہ نے مرزا مسرور کو کئی معاملات میں اپنی حمایت کی یقین دہانی کرادی ہے۔ یہ خفیہ یقین دہانیاں بظاہر چناب نگر کے مقتول قادیانی باغی احمد یوسف کے کیس میں ملوث قادیانی قیادت کی بریت سے متعلق ہیں، لیکن دراصل امریکہ اور برطانیہ نے پاکستان میں اپنے پس پردہ مفادات کی تکمیل کے لیے مرزا مسرور کو اہم ٹاسک سونپ دیے ہیں۔ اللہ نہ کرے کہ ان کے مذموم مقاصد پورے ہوسکیں۔ اگر ایسا ہوا تو وہ وقت پاکستان اور پاکستانی عوام پر نہایت کٹھن ہوگا۔ ماضی کے اوراق پلٹیں تو سیٹو اور سینٹو معاہدوں میں قادیانی ظفر اللہ خان کا کردار اور نتیجتاً پاکستان کی جاں کنی کی کیفیت، ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں قادیانی سازشیں، سقوط ڈھاکہ میں ایم ایم احمد قادیانی کا ناپاک کردار اور اب بلوچستان میں ان کی سازشوں کے سائے ہیں کہ گھمبیر ہوتے چلے جارہے ہیں۔ ہمارے اہل اقتدار اور حزب اقتدار نے اگر ان کے منصوبوں کا بروقت ادراک نہ کیا ہو تو نتائج خوفناک ثابت ہوسکتے ہیں اور پاکستان اب مزید ایسے صدمات برداشت کرنے کا متحمل ہرگز نہیں ہے۔

کھاریاں میں قادیانی عبادت گاہ کے میناروں کی مسماری:

۱۰ر جولائی ۲۰۱۲ء کو رات ساڑھے نو بجے کھاریاں (ضلع گجرات) میں پولیس اور ضلعی انتظامیہ نے قادیانی

* ڈپٹی سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان

عبادت گاہ بیت الحمد پر لکھے ہوئے کلمہ طیبہ کو حذف اور مسجد سے مشابہت رکھنے والے میناروں کو مسمار کردیا۔ ڈسٹرکٹ پولیس افسر راجہ بشارت کے مطابق یہ کارروائی مقامی لوگوں کی شکایت پر عمل میں لائی گئی۔ مقامی ایس ایچ او راجہ زاہد کا کہنا تھا کہ پولیس نے کارروائی سے پہلے تمام مسلم مکاتب فکر کے رہنماؤں کے علاوہ قادیانی رہنماؤں سے بھی مذاکرات کیے تھے اور ان سب کی مشاورت اور رضامندی سے یہ کارروائی عمل میں لائی گئی۔ پولیس کے اس مستحسن اقدام کے بعد اب قادیانی پریس نے بلاجواز واویلا شروع کردیا ہے۔ قادیانی ہفت روزہ ''لاہور'' نے اپنی ۱۴؍ جولائی ۲۰۱۲ء کی اشاعت میں قادیانی جماعت کے ترجمان سلیم الدین احمد نے اس پولیس کارروائی کو تنقید کا ہدف بنایا ہے اور اسے انسانی حقوق اور آئین کی دفعہ ۲۰ کی خلاف ورزی قرار دیا ہے۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب پاکستان کے آئین کے رُو سے قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں اور قادیانی پاکستانی پارلیمان کے اس متفقہ فیصلے کو جو آئین کا حصہ ہے، ماننے سے انکاری ہیں تو پھر انہیں پاکستانی آئین کا حوالہ دینے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ کھاریاں کے اس واقعہ سے ایک ماہ پہلے سلطان پورہ، لاہور میں قادیانی عبادت گاہ سے کلمہ طیبہ اور اسمائے حسنہ کو صاف کیا گیا تھا، چونکہ پاکستان کے دستور کے تحت قادیانی ایک غیر مسلم اقلیت ہیں اور پاکستانی آئین کے مطابق ہی انہیں اسلامی شعائر کے استعمال کی اجازت نہیں ہے، لہٰذا مذکورہ دونوں مقامات پر پولیس اور انتظامیہ نے مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کی ہے اور اُن کی یہ کارروائی آئین پاکستان کے مطابق ہے۔ اس لیے قادیانیوں کے تمام اعتراضات درحقیقت پاکستانی آئین کی خلاف ورزی کی حدود میں آتے ہیں۔ یاد رہے کہ مجلس احرار اسلام اور ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والی دیگر جماعتیں ایک عرصہ سے حکومت سے آئین کی عملداری اور قادیانیوں کو نکیل ڈالنے کا مطالبہ کرتی چلی آرہی ہیں۔

قادیانی ویب سائٹ کی بندش:

قادیانی ویب سائٹ www.alislam.org جو کہ ایک عرصہ سے انٹرنیٹ پر قادیانی عقائد و نظریات کے فروغ کا ایک اہم ذریعہ تھی اور اس کے ذریعے قادیانی اسلام کے نام پر لوگوں کو دھوکہ دہی سے قادیانیت کی تبلیغ کا نشانہ بنائے ہوئے تھے۔ نیز اس ویب سائٹ پر مرزا قادیانی کی توہین رسالت پر مبنی غلیظ تحریریں مسلسل پیش کی جارہی تھیں۔ الحمدللہ مسلمانوں کے دیرینہ مطالبہ پر پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹیز (PTA) نے ۵؍ جولائی ۲۰۱۲ء کو اس ویب سائٹ کو بلاک کردیا ہے۔ ہم اس جرأت مندانہ اقدام پر پی ٹی اے کی انتظامیہ کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ ویب سائٹ مکمل طور پر بلاک نہیں ہوئی، کیونکہ قادیانیوں نے ویب سائٹ کی بندش کا توڑ بھی نکال رکھا ہے اور یہ سائٹ معمولی ہجوں کی تبدیلی سے کھل جاتی ہے۔ ہم متعلقہ اتھارٹی سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اس چور دروازے کو بند کرکے ویب سائٹ کو مکمل بلاک کیا جائے۔ ڈیلی ٹری بیون نے ۶؍ جولائی ۲۰۱۲ء کی اشاعت میں پی ٹی اے کے ایک ترجمان کا بیان نقل کیا ہے کہ مذکورہ سائٹ کی بندش کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ قادیانی غیر مسلم ہیں، اس لیے انہیں کھلے عام تبلیغ کی اجازت نہیں ہے۔ اخبار کے ذرائع کے مطابق ویب سائٹ کی بندش کی وجہ اس پر توہین رسالت پر مبنی مواد کا موجود ہونا تھا۔

قادیانی مُرتد

علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

فاضل اجل علامۃ العصر استاد الہند حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب شیخ الحدیث دار العلوم دیو بند نے نعمت اللہ قادیانی مرتد کے قتل کیے جانے پر تاجدارِ اسلام اعلیٰ حضرت امیر امان اللہ خاں غازی والی افغانستان کی خدمت اقدس میں ایک فارسی مکتوب روانہ فرمایا ہے۔ اس مکتوب کے آخر میں جلیل المنزلت علامۂ ممدوح نے چند نہایت ہی پر تاثیر دعائیہ اشعار زیب رقم فرمائے ہیں۔ جو فی الواقعہ مسلمانانِ ہندوستان کے دلی جذبات کے حقیقی ترجمان ہیں۔ موقر اخبار زمیندار (لاہور) میں یہ اشعار شائع ہو چکے ہیں۔ یہاں تبرکاً وتیمناً درج کیے جاتے ہیں۔(۱)

باد ہمیشہ فرِّ شہی　　بندۂ درگاہِ امانُ اللّٰہی
شاہِ جگردار و بسالت پناہ　　سایۂ حق غازی ظلِ اِلٰہ
رایتِ اقبالِ تُرا بر جبیں　　انا فتحنا لک فتح مبین
تبتِ لوایت ز قریبٌ مجیب　　نصرٌ من اللّٰہ و فتحٌ قریب
اشہبِ ایام بہ کامِ تو باد　　سکۂ اسلام بنامِ تو باد
دل کہ بہ تو بستہ چہ امیدہا　　می طلبد رفعت جاوید ہا
دینِ نبی از سرِ تو زندہ باد　　دولت تو دائم و پائندہ باد

(۱) سلسلۂ انجمن تائید اسلام گوجرانوالہ (نمبر دہم) نے حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے یہ تاریخی اشعار درج بالا نوٹ کے ساتھ ۱۹۲۴ء میں شائع کیے۔ اس صفحے کا عکس ہمارے قدیم کرم فرما، ادب دوست اور قلمی معاون جناب عبداللطیف الفت (اسلام آباد) نے قارئینِ نقیب کے لیے مرحمت فرمائے (ادارہ)

قادیانی سربراہ، مرزا مسرور کا دورۂ امریکا

سیف اللہ خالد

قادیانی قیادت کو قتل کے مقدمے سے بچانے کے لیے مرزا مسرور امریکہ پہنچا۔ اعلیٰ امریکی حکام سے پاکستان پر دباؤ ڈالنے کی استدعا کرتا رہا۔ مدعی پارٹی پر صلح کے لیے دباؤ قادیانی افسروں کو ایک جگہ ٹرانسفر کر کے تفتیش فیصل آباد کے بجائے سرگودھا ڈویژن منتقل۔ احکامات کے باوجود وزیراعلیٰ کو رپورٹ پیش نہیں کی گئی۔ ذرائع

ریاست پاکستان کے اندر ناجائز اور باغی ریاست ''چناب نگر'' میں قادیانی جماعت کی قیادت کو قتل کے مقدمے سے بچانے کے لیے مرزا مسرور امریکہ پہنچا۔ اس حوالے سے پنجاب پولیس کے قادیانی نواز افسران بھی متحرک ہو گئے ہیں۔ من مانی تفتیش پر اصرا کیا جا رہا ہے۔ جبکہ مدعی پارٹی پر صلح کے لیے دباؤ بڑھا دیا گیا۔ اس ضمن میں وزیراعلیٰ کے احکامات بھی نظر انداز کر دیے گئے ہیں۔

چناب نگر میں قادیانی جماعت کے باغی لیڈر چودھری احمد یوسف کا قتل پوری قادیانیت کا تعاقب کر رہا ہے اور قادیانی خلیفہ اپنی پاکستانی قیادت کو بچانے کی خاطر پوری طرح میدان میں نکل آیا ہے۔ پاکستان میں قادیانی جماعت کے بیت المال کا منہ کرپٹ پولیس افسروں کے لیے کھول دیا گیا ہے جبکہ نام نہاد خلیفہ امریکہ میں پاکستان کے خلاف دہائی دے رہا ہے۔ حقائق کے مئی ۲۰۱۲ء میں چنیوٹ کے قادیانیوں کے حامی ڈی پی او شہزاد اکبر نے چودھری احمد یوسف اور مرزا عبدالقدوس قتل کیس کی تحقیقات کیں۔ دورانِ تحقیقات شہزاد اکبر کا رویہ پوری طرح سے قادیانیت نوازی پر مبنی تھا اور اس نے اس امر کی یکسر پروا نہیں کہ مدعی پارٹی بھی یہیں موجود ہے۔ بعد ازاں مدعی پارٹی کی جانب سے آڈیو اور دستاویزات پر مشتمل شہادتیں پیش کرنے کے بعد شہزاد اکبر کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ قادیانی جماعت کی قیادت اس قتل میں ملوث ہے۔ مگر انہیں گرفتار کرنے کے بجائے ڈی پی او نے باعزت طریقے سے نہ صرف گھر بھجوا دیا بلکہ ان کی معاونت بھی جاری رکھی۔ دوسری جانب مدعی پارٹی چودھری احمد سیف کے آئی جی آفس سے مقدمے کی تفتیش کی تبدیلی کے احکامات کو ملزم پارٹی کے حق میں استعمال کرتے ہوئے تفتیش کا عمل روک دیا اور نئی تفتیش کرائم برانچ فیصل آباد میں طے ہو جانے کے باوجود فائل نہیں بھیجی۔

روزنامہ اُمّت نے ڈی پی او آفس میں ہونے والی تفتیش کے نام پر قادیانی نواز ڈرامے کی آڈیو ریکارڈنگ

حاصل کر لی ہے جس میں ڈی پی او شہزاد اکبر نے تمام لوگوں کی موجودگی میں قادیانی جماعت کے سرکردہ سلیم الدین سے کہا کہ ''مرزا قدوس کیس میں پولیس پر ۳۰۲ کا مقدمہ نہیں بنتا تھا کیونکہ مرزا قدوس ان کی تحویل میں نہیں تھا، مگر آپ کے لیے میں نے سب پر ۳۰۲ لگوا دی ہے۔'' اس پر مقتول احمد یوسف کی بیٹی نجمہ کی آواز آتی ہے کہ آپ اپنے پولیس ملازمین کے خلاف قادیانی جماعت کی کھلم کھلا حمایت کر رہے ہیں تو ہمیں کس طرح انصاف دے سکتے ہیں۔ ہم آپ سے مقدمے کی تفتیش نہیں کرانا چاہتے۔ آئی جی آفس سے تفتیش تبدیل ہو چکی ہے۔ اس تفتیش کے دوران ڈی پی او شہزاد اکبر نے مقتول کے لواحقین سے کہا کہ قتل کے ۹۵ فیصد کیسوں میں صلح ہی ہوتی ہے۔ آپ بھی اس پر غور کریں۔ مقتول کے ورثا نے اُمّت کو بتایا کہ ڈی پی او نے بعد میں بھی انہیں ترغیب اور دھمکی دی کہ صلح ہی بہتر راستہ ہوگا۔ مگر ان کے انکار پر مقدمے کی فائل انوسٹی گیشن فیصل آباد کے حوالے کرنے کے بجائے لاہور پولیس میں بیٹھے ایک بڑے قادیانی افسر کو یہ موقع دیا کہ وہ قادیانی اور قادیانی نواز افسروں کے پے در پے تبادلے کر کے انہیں ایک جگہ جمع کر کے مدعی پارٹی کی مرضی کے خلاف تفتیش ان کے حوالے کر دے۔

اُمّت کے اطلاعات کے مطابق آئی جی آفس سے کیس کی نقول اور تفتیش فیصل آباد بھیجنے کا حکم دیا گیا تھا اور رولز کے مطابق بھی پہلی بار تفتیش تبدیل ہو کر اسی ڈویژن میں ہی رکھی جاتی ہے۔ مگر پنجاب پولیس کے بااثر قادیانی افسروں نے جنہیں اسلام آباد کے ایک بدنام زمانہ ریٹائرڈ پولیس افسر کی حمایت بھی حاصل کی ہے۔ ایک ماہ کے اندر مختلف افسروں کو سرگودھا ٹرانسفر کیا اور پھر مقدمے کو غیر قانونی طور پر دوسرے ڈویژن سرگودھا تبدیل کر دیا۔ حیرت انگیز امر یہ کہ اس سلسلے میں مقدمے کے مدعی احمد سیف نے جب ڈی آئی جی انوسٹی گیشن سے لاہور میں ملاقات کی تو ڈی آئی جی نے کہا کہ سلیم الدین نے کہا تھا کہ یہ ہماری جماعت کا اندرونی معاملہ ہے اور ہم صلح کے قریب پہنچ چکے ہیں اس لیے میں نے تفتیش سرگودھا منتقل کر دی۔ احمد سیف کے اس اعتراض پر کہ تفتیش کی تبدیلی کا حکم تو مدعی کی درخواست پر ہوتا ہے، آپ نے تفتیش نامزد ملزم کے مشورہ سے تبدیل کیوں کی؟ تو جواب ملا کہ جائیں عدالت میں رٹ دائر کر دیں۔ احمد یوسف قتل کے حوالے سے ایک دل چسپ حقیقت یہ بھی سامنے آئی ہے کہ مدعی احمد سیف نے وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف کو انصاف کے لیے ایک خط لکھا جس پر وزیر اعلیٰ نے ۲۸ / جون کو ۵ روز میں رپورٹ پیش کرنے کا حکم جاری کیا مگر اس سے ٹھیک اگلے روز تفتیش سرگودھا تبدیل کر کے ابھی تک وزیر اعلیٰ کو رپورٹ پیش نہیں کی گئی۔

مقدمے کے مدعی احمد یوسف نے وزیر اعلیٰ کو لکھا تھا کہ ان کے والد کے قتل میں ملوث قادیانی جماعت کی قیادت، جو مقدمے میں نامزد ہے اور اس نے ضمانت قبل از گرفتاری بھی نہیں کروائی، پولیس انہیں گرفتار نہیں کر رہی۔

دل چسپ امر یہ ہے کہ ایک طرف قادیانی جماعت کی قتل کے مقدمے میں نامزد جماعتی قیادت پولیس کی مدد سے دندناتی پھر رہی ہے اور مدعیوں کو ڈرا دھمکا بھی رہی ہے تو دوسری جانب قادیانی جماعت کا سربراہ مرزا مسرور امریکہ میں اس کیس کی بنیاد پر پاکستان کے خلاف پروپیگنڈے میں مصروف ہے اور کوشش کر رہا ہے کہ اس کیس میں قادیانی جماعت کے نامزد ملزمان کو تفتیش کے عمل سے نہ گزرنا پڑے۔ اس حوالے سے مرزا مسرور کے وفد میں شریک ایک انتہائی ذمہ دار عہدے دار نے ''اُمّت'' کو نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر بتایا کہ نام نہاد خلیفہ نے امریکہ میں اعلیٰ حکام سے ہر ملاقات میں اس مقدمے کو پیش کیا ہے اور کہا ہے کہ ہماری قیادت کو اس مقدمے میں الجھایا جا رہا ہے لہٰذا امریکی حکومت پاکستان پر دباؤ ڈالے۔ چودھری احمد یوسف کے بیٹے اور احمد سیف نے اس امر پر احتجاج کیا ہے کہ قتل کے تمام شواہد دیکھنے کے بعد خود قادیانی نواز ڈی پی او نے بھی تسلیم کیا تھا کہ یہ لوگ اس کیس میں ملوث ہیں اور انہیں مدعی کی درخواست پر نامزد ملزم قرار دیا تھا مگر ابھی تک پولیس نے اس مقدمے میں کوئی پیش رفت نہیں کی الٹا مقتول کے ورثا کو پریشان کیا جا رہا ہے۔

دوسری جانب روزنامہ ''اُمّت'' کو اس امر کے ناقابلِ تردید شواہد دستیاب ہو گئے ہیں کہ مرزا عبدالقدوس، جس کو مرزا مسرور نے شہیدِ اعظم قرار دیا تھا۔ وہ اپنے قدموں پر چل کر تھانے سے گھر گیا اور بعد میں رات کو اسے جماعتی دفتر میں طلب کر کے زبردستی قادیانی ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا جہاں اس کی بیوی اور بیٹے کو بھی ملاقات کی اجازت نہیں تھی۔ اس حوالے سے اہم شواہد جلد منظر عام پر آنے والے ہیں۔ دریں اثنا ''اُمّت'' کو معلوم ہوا کہ مقدمے کے مدعی احمد سیف نے پنجاب پولیس کی جانب سے ملزموں کی حمایت کے خلاف لاہور ہائی کورٹ میں رٹ دائر کر دی ہے جس کی سماعت آج ہو رہی ہے۔

(مطبوعہ: روزنامہ ''اُمّت'' کراچی، ۱۲؍ جولائی ۲۰۱۲ء)

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

بشریٰ گوہر اور قادیانیوں کی بے جا حمایت

قاضی محمد یعقوب

قارئین کرام روزنامہ ''نوائے وقت'' راولپنڈی ۱۱/ جولائی ۲۰۱۲ء کے صفحہ اوّل پر شائع شدہ ایک افسوس ناک خبر پیشِ خدمت ہے۔

☆　''اے این پی کی رکن قومی اسمبلی بشریٰ گوہر قادیانیوں کے حق میں کھل کر سامنے آ گئیں۔'' (شہ سرخی)

☆　''پی ٹی اے نے بلا وجہ احمدیوں کی ویب سائٹ بند کر دی ہے۔'' (شہ سرخی)

اسلام آباد (سٹاف رپورٹر) عوامی نیشنل پارٹی کی خاتون رکن قومی اسمبلی بشریٰ گوہر نے منگل کے روز ایوان زیریں میں احمدیوں کے حق میں آواز اٹھائی۔ ایک نکتہ اعتراض پر انھوں نے کہا کہ پی ٹی اے نے بلا وجہ احمدیوں کی ویب سائٹ بند کر دی ہے۔ اس کے برعکس سپاہ صحابہ اور ملک میں دہشت گردی پھیلانے والی تنظیموں کی ویب سائٹس بدستور کام کر رہی ہیں۔''

افسوس ناک اور قابل تعجب ہے یہ بات کہ بشریٰ گوہر صاحبہ نے بحیثیت ایم این اے آئین پاکستان کی پاسداری کا حلف اٹھا رکھا ہے مگر اس کے برعکس انھوں نے ملکی آئین اور سپریم کورٹ کے فیصلہ کن ترجمانی کرنے کے بجائے منکرینِ ختمِ نبوت قادیانیوں کی خلاف آئین و قانون کیوں کر بے جا، ناجائز اور مذموم حمایت کی ہے اغلب گمان یہ ہے کہ شاید وہ قادیانی کفریہ مذہب سے پوری طرح واقف نہ ہوں، اور راقم کا یہ حسنِ ظن ہے کہ بشریٰ گوہر صاحبہ ایک محمدی مسلمان ہونے کے ناطے عقیدہ ختمِ نبوّت پر پختہ عقیدہ ایمان رکھتے ہوئے تاجدار ختم نبوت سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی و رسول ماننے کذاب مرزا قادیانی کو مرتد کافر سمجھتی ہیں۔ لہٰذا اس بنا پر اُن کی خدمت میں چند مؤدبانہ گزارشات معہ سوالات پیشِ خدمت ہیں۔

۱۔　بحیثیت مسلمان تمام اہل اسلام کا یہ عقیدہ و ایمان ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے منتخب کردہ نامزد نبی و رسول تھے جبکہ کذاب مرزا قادیانی خود یہ اقرار کرتا ہے کہ میں انگریز کا ''خود کاشتہ'' پودا ہوں اور میرا خاندان انگریز کا وفادار اور نمک خوار ہے۔ محترمہ برائے کرم آپ یہ وضاحت فرمائیں کہ جو جھوٹا نبی اللہ تعالیٰ کے بجائے انگریز کا خود کاشتہ پودا ہونے کی وجہ سے انگریز کا خاندانی وفادار ایجنٹ اور بنی الشیطان ہو تو آپ نے اس کے ماننے والے کافر و کذاب قادیانیوں کی ویب سائٹ بند کرنے پر احتجاج کیوں کیا؟

۲۔　کذاب مرزا قادیانی کے بقول اس کو نبی نہ ماننے والے کروڑوں غیر قادیانی مسلمان (العیاذ باللہ) کافر، ولد الحرام، اور کنجریوں کی اولاد ہیں۔ علاوہ اگست ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی میں اس وقت قادیانی خلیفہ کذاب مرزا ناصر احمد نے دورانِ جرح اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار مرحوم کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا تھا کہ ''غیر احمد حقیقی مسلمان نہیں ہیں'' محترمہ آپ ذرا غور فرمائیں کہ ان درج بالا بیانات کی روشنی میں قادیانیوں کے نزدیک آپ کیا ہیں اور عالم اسلام کے

کروڑوں غیر قادیانی مسلمانوں کی پوزیشن کیا بنتی ہے؟ تو وضاحت فرمائیں کہ کذاب قادیانی کی ان بکواسات وگالیوں کی تبلیغ واشاعت کے لیے قادیانیوں کی ویب سائٹ کھلوانے کا مطالبہ آپ کے نزدیک کیوں کر جائز ہے؟

۳۔　کذاب مرزا قادیانی نے اپنے لٹریچر میں سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سمیت تمام برگزیدہ انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم واہل بیت، عظام واولیاء کرامؒ کے خلاف جو انتہائی اہانت آمیز گستاخانہ واشتعال انگیز ناپاک زبان استعمال کرنے کی جو ناقابلِ برداشت وناقابلِ معافی جرم عظیم کیا ہے لہٰذا آپ سے یہ سوال ہے کہ آپ کے نزدیک کذاب مرزم قادیانی کے ایسے توہین آمیز گستاخانہ کافرانہ اشتعال انگیز لٹریچر کی تبلیغ واشاعت کے لیے ان کی ویب سائٹ کھلوانے کا مطالبہ کیوں اور کیسے جائز ہے؟

۴۔　آئین پاکستان کے تحت قادیانی اوران کی لاہوری شاخ کو کافر اور غیر مسلم اقلیت قرار دیے جانے کے بعد جب آٹھویں ترمیم کے ذریعہ اُن پر شعائر اسلامی اختیار کرنے پر پابندی لگائی گئی تو انہوں نے سپریم کورٹ میں رٹ دائر کردی۔ جس پر سپریم کورٹ کے فل بنچ نے قوم کی متفقہ آئینی قرارداد کی توثیق کرتے ہوئے اپنے تاریخی فیصلہ ظہیر الدین بنام سرکار 1999 SCMR 1718 کی رو سے قادیانیوں کو کافر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا اور اس فیصلہ کی رو سے کوئی قادیانی خود کو مسلمان نہیں کہلوا سکتا اور نہ ہی اپنے مذہب کی تبلیغ کرسکتا ہے۔ خلاف ورزی کی صورت میں وہ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 298C کے تحت ۳ سال قید کے مستوجب ہے۔ مگر قادیانیوں کی ہٹ دھرمی وضد دیکھیں کہ وہ آئین پاکستان اور عدالت عالیہ کے فیصلے کا انکار کر کے اپنے آپ کو مسلمان کہلوانے اور اپنے کفریہ قادیانی مذہب کو اسلام کے نام پر پیش کرنے پر بضد ہیں اور وہ اپنی ویب سائٹ سے بھی اپنے کفریہ قادیانی مذہب کو اسلام کے نام پر اور باوجود آئینی وقانونی کافر ہونے کے اپنے آپ کو مسلمان کہلوا کر غیر آئینی وقانونی تبلیغ واشاعت کر رہے ہیں جو کہ عدالتی فیصلہ کے تحت قابل سزا جرم ہے۔ لہٰذا محترمہ آپ یہ وضاحت کریں کہ آئین پاکستان کے باغی وغدار اور عدالت عالیہ کا فیصلہ نہ ماننے والے کافر قادیانیوں مجرموں کی ویب سائٹ بند ہونے پر آپ کیوں سیخ پا ہیں اور ناراض ہیں؟ کیا آپ کی یہ بے جا اور ناجائز حمایت، وکالت آئین وقانون کے منافی نہیں ہے؟ جبکہ پی ٹی اے نے قادیانی ویب سائٹ پر پابندی لگا کر اپنی قانونی ذمہ داری پوری کی ہے اور ان کا یہ مستحسن قانونی اقدام انتہائی قابل تعریف وقابل قدر ہے اور وہ پوری امت مسلمہ کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں۔

آخر میں بشریٰ گوہر صاحبہ سے انتہائی ادب کے ساتھ گزارش ہے کہ براہ کرم وہ ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی کے فورم پر قادیانی مسئلہ کے متعلق ہونے والی تمام کارروائی کا ریکارڈ جو کہ موجودہ سپیکر قومی اسمبلی فہمیدہ مرزا کے حکم سے اوپن ہو چکا ہے۔ محترمہ کو چاہیے کہ قادیانی کفریہ مذہب کو سمجھنے کے لیے وہ اس کا مطالعہ کریں۔ اور راقم کی طرف سے درج بالا پیش کردہ گزارشات پر غیر جانبدارانہ ذہن کے ساتھ ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ راقم کی یہ پُرخلوص دعا ہے کہ اللہ رب العزت اپنے فضل وکرم سے آپ کو عقیدہ ختمِ نبوّت کی اہمیت وعظمت اور قادیانیت کے اشتعال انگیز کافرانہ وگستاخانہ مذہب کی سمجھ اور ہدایت عطا فرمائے اور ان کی ویب سائٹ پر لگائی جانے والی پابندی کے خلاف آپ کی بے جا حمایت وناجائز وکالت والے گناہ کبیرہ پر ندامت، رجوع اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور معافی اور میڈیا واخبارات کے ذریعہ اعلانیہ توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ادارہ

اخبار الاحرار

برما کے مظلوم مسلمانوں کے قتل عام پر دنیا کی خاموشی بے ضمیری کے بدترین مثال ہے

کراچی (۲۵؍جولائی) مجلس احرار اسلام کراچی کے امیر مفتی عطاء الرحمٰن قریشی، شفیع الرحمٰن احرار، مولانا احتشام الحق اور مولانا عبدالغفور مظفر گڑھی نے اپنے مشترکہ بیان میں برما میں تیس ہزار مسلمان کے قتلِ عام اور نسل کشی کی شدید مذمت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اقوام متحدہ اور عالمی میڈیا نے مسلمانوں پر ہونے والے مظالم پر خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔ انسانی حقوق کے جھوٹے دعویداروں کا ضمیر مردہ ہو چکا ہے اور سب نے امریکی استعمار کی غلامی قبول کر لی ہے۔ انہوں نے کہا کہ بنگلہ دیش کی حکومت کی طرف سے مظلوم برمی مسلمانوں کے لیے اپنے ملک کی سرحدیں بند کرنا افسوس ناک ہے۔

پاکستان قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا قانون ختم کرے: ارکان امریکی کانگریس

- ☆ قادیانیوں کے لیڈر مرزا مسرور کا واشنگٹن کا دورہ
- ☆ امریکیوں نے دیدۂ دل فراش راہ کر دیے
- ☆ پاکستان قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا قانون ختم کرے (ارکان امریکی کانگریس)
- ☆ مرزائیوں کے گرو کو امریکی کانگریس نے خوش آمدید کہتے ہوئے تعاون کی پیشکش بھی کی
- ☆ آپ کی کوششیں قابلِ تعریف ہیں۔ پاکستان میں قادیانی مسائل سے دوچار ہیں (کیتھ ایلین)
- ☆ امریکہ مرزائیوں کو ٹارگٹ کرنے والی حکومتوں کی مخالفت کرے (ٹام لنٹیں)

واشنگٹن (اے ایف پی) امریکی کانگریس کے ارکان نے قادیانیوں کے عالمی لیڈر مرزا مسرور احمد کو امریکی حمایت کی پیشکش کی ہے۔ امریکی قانون سازوں نے گزشتہ دنوں کیپٹل کمپلیکس میں مرزا مسرور احمد کو خوش آمدید کہا اور قادیانیوں کی بین المذاہب امن اور ہم آہنگی کی کوششوں کو سراہا اور ان کی جانب سے خون کے عطیات دینے کی سرگرمیوں کی بھی تعریف کی۔ ڈیموکریٹ سنٹر رابرٹ قیسے نے مرزا مسرور کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ انھوں نے تحمل، انصاف اور امن کے لیے پرعزم ہو کر کام کیا ہے۔ کیتھ ایلن نے یہ بات نوٹ کی کہ قادیانیوں کو پاکستان میں مسائل کا سامنا ہے اور کہا کہ دنیا میں گنے چنے ممالک ہیں جہاں تمام مذاہب کے لوگ اپنے عقیدے پر آسانی سے عمل کر سکتے ہیں۔ کمیشن کی چیئر مین ''قطرینہ لنٹیں سویٹ'' (جو آنجہانی رکن کانگریس ٹام لنٹیں کی بیٹی ہیں) نے امریکہ پر زور دیا کہ وہ پاکستان اور انڈونیشیا پر دباؤ ڈالے کہ وہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے متعلق قوانین میں ترمیم کرے۔ امریکہ کو ایسی حکومتوں کی خاص طور پر مخالفت کرنی چاہیے جو قادیانیوں کو نشانہ بناتی ہیں۔ قادیانیوں کے لیڈر مرزا مسرور احمد نے (جو آج کل امریکہ کا دورہ کر رہے ہیں) نے اس موقع پر کہا کہ طاقت ور اور کمزور قوموں کو ایک دوسرے کے خلاف احترام کا رویہ اختیار

کرنا چاہیے۔ اگر ہمیں دنیا میں امن قائم کرنا ہے تو ہمیں ذاتی اور قومی مفادات کو عظیم تر بھلائی کے لیے بالائے طاق رکھ دینا چاہیے اور اس کی بجائے ہمیں ایسے تعلقات قائم کرنے چاہئیں جو مکمل طور پر انصاف پر مبنی ہوں۔

(روزنامہ ''خبریں'' ملتان۔ ۲۹؍جون ۲۰۱۲ء)

☆☆☆

ملتان (۲۹؍جون) مجلس احرار اسلام پاکستان کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری نے بعض امریکی ارکانِ کانگریس کے اس بیان کو شرانگیز قرار دیتے ہوئے اس کی شدید مذمت کی ہے جس میں حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا قانون ختم کریں۔

انہوں نے کہا کہ امریکی ارکانِ کانگریس کا یہ مطالبہ امتِ مسلمہ کے اجماعی عقائد اور پاکستان کے اندرونی معاملات میں کھلی مداخلت ہے۔ سوال یہ ہے کہ امریکی ارکانِ کانگریس، قادیانیوں کو مسلمان قرار دلوانے میں کیا دلچسپی رکھتے ہیں؟ وہ خود اسلام قبول کر کے مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے؟ قادیانی مذہب کے بانی مرزا غلام قادیانی نے خود اپنے آپ کو امتِ مسلمہ سے الگ کیا اور تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منصبِ ختم نبوت کا انکار کر کے اپنی جھوٹی نبوت کا اعلان کیا۔ مرزا قادیانی نے انگریزی حکومت کو اللہ کی رحمت، خود کو آسمان کا نور اور ملکہ وکٹوریہ کو زمین کا نور کہا۔ مرزا قادیانی کو نبی نہ ماننے والی پوری امتِ مسلمہ کو غلیظ گالیاں دیں اور کافر کہا۔

سید کفیل بخاری نے کہا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا آئینی فیصلہ پاکستان کی پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر کیا۔ سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے کرنل رفیع الدین سے کہا تھا کہ ''قادیانی پاکستان میں وہ مقام حاصل کرنا چاہتے ہیں جو امریکہ میں یہودیوں کو حاصل ہے۔'' (بھٹو کے آخری ۳۲۳ دن، از کرنل رفیع)

انہوں نے کہا کہ قادیانی روز اوّل سے عالمی استعمار کے ایجنٹ ہیں۔ خود مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ وہ انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے۔ سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ امریکیوں کا یہ دعویٰ بالکل غلط اور جھوٹ ہے کہ پاکستان میں قادیانیوں سے امتیازی سلوک ہو رہا ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ قادیانی مسلمانوں کا لبادہ اوڑھ کر اور اسلام کا ٹائٹل استعمال کر کے ایک طرف عالمی استعمار یہود و نصاریٰ کے مفادات کا تحفظ کر رہے ہیں تو دوسری طرف مسلمانوں کی مخبری اور جاسوسی کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کبھی کسی ہندو، سکھ، عیسائی، یہودی نے اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کا مطالبہ نہیں کیا تو قادیانی اپنے آپ کو مسلمانوں سے الگ کرنے کے باوجود پھر مسلمان کہلانے پر کیوں مصر ہیں؟ ان میں اخلاقی جرأت ہے تو وہ اپنے مذہب کے حوالے سے اپنی شناخت قائم کریں۔ مسلمانوں کی شناخت استعمال نہ کریں۔ مسلمان، قادیانیوں کی دھوکہ دہی کو نہیں چلنے دیں گے۔

انہوں نے کہا کہ علامہ اقبال نے پنڈت نہرو کے نام اپنے خط میں لکھا تھا کہ ''قادیانی، اسلام اور وطن دونوں کے غدار ہیں۔'' اقبال کا یہ خط ریکارڈ پر موجود ہے۔ علامہ اقبال نے یہ بھی کہا تھا کہ ''قادیانیت یہودیت کا چربہ ہے۔'' سید کفیل بخاری نے کہا کہ قادیانیت میں دم خم باقی نہیں رہا۔ وہ امریکی اور برطانوی بیساکھیوں کے سہارے زیادہ دیر تک دھوکہ دہی کا دھندہ نہیں چلا سکتے۔ انہوں نے کہا کہ کوئی مائی کا لال قادیانیوں کے بارے میں متفقہ آئینی فیصلے کو ختم کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

ادارہ

مسافرانِ آخرت

☆ **مولانا سعید الدین شیرکوٹی رحمۃ اللہ علیہ:** معروف عالم دین، مدرس قرآن اور صاحبِ طرز خطیب مولانا سعید الدین شیرکوٹی ۲۸/ جون ۲۰۱۲ء کو پشاور میں انتقال کر گئے۔ مرحوم، حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے انتہائی عقیدت مندوں میں سے تھے۔ برس ہا برس ریڈیو پاکستان سے درسِ قرآن کریم دیتے رہے۔ ان کے حسنِ تلاوت اور درس میں نکتہ آفرینی دیر تک ان کے ارادت مندوں کے کانوں میں رس گھولتی اور گونجتی رہے گی۔ حق تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور حسنات قبول فرمائے (آمین)

☆ فدائے احرار، رفیقِ امیر شریعت حضرت مولانا محمد گل شیر شہید کی بیٹی اور ہمارے کرم فرما مفتی ہارون مطیع اللہ، مولانا زکریا کلیم اللہ کی والدہ ماجدہ ۲۹/ جون ۲۰۱۲ء کو انتقال فرما گئیں۔ مرحومہ ایک عابدہ، زاہدہ اور صالحہ خاتون تھیں اور اپنے عظیم شہید والد کی دینی روایات کی امین تھیں۔ قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری، سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ، میاں محمد اویس، سید محمد کفیل بخاری اور مولانا محمد مغیرہ نے مفتی ہارون مطیع اللہ، ان کے بھائیوں اور تمام خاندانِ گل شیر شہید سے اظہارِ تعزیت کیا ہے۔ مجلس احرار اسلام کے مرکزی ڈپٹی سیکرٹری جنرل ڈاکٹر محمد عمر فاروق تلہ گنگ کے احرار کارکنوں کے وفد کے ساتھ نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ تمام پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کے درجات بلند فرما کر اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے (آمین)

☆ **اہلیہ مرحومہ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ:** شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ ۵/ جولائی ۲۰۱۲ء کو دیوبند (بھارت) میں رحلت فرما گئیں۔

☆ **مجاہد ختم نبوت عبدالباسط ساٹری کا انتقال:** جناب عبدالباسط ساٹری جو ایک سابق قادیانی تھے اور اسلام قبول کرنے کے بعد قادیانیت کی سرکوبی اور اس کی تبلیغ کی روک تھام کے لیے ایک عرصہ سے سرگرم عمل تھے۔ ۲۱/ جولائی ۲۰۱۲ء کو ۱۱ بجے دن جرمنی میں انتقال ہو گئے۔ عبدالباسط ساٹری، ممتاز قادیانی مبلغ صادق ساٹری کے بیٹے، دین محمد شاہد قادیانی المعروف بلوچ کے ہم زلف اور فیصل آباد کے قادیانی تاجر شیخ لئیق احمد (سپیر پارٹس ڈیلر) کے بھانجے تھے۔ جناب عبدالباسط ساٹری مرحوم ایک مشہور کتاب ''اندر کی باتیں''، جس کا دوسرا نام ''مرزا غلام احمد قادیانی اپنی تحریروں کے آئینے میں'' ہے، کے مصنف بھی تھے۔ ان کی نماز جنازہ ۲۵/ جولائی کو اُن کے شہر Singen جرمنی میں ادا کی گئی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی خدمات کو قبول فرمائے اور انہیں جنت الفردوس نصیب فرمائے، آمین

☆ خان پور میں ہمارے مہربان جناب محمد خالد صاحب کے والد محترم ۴/ جون ۲۰۱۲ء اور ہمشیر مرحومہ ۳/ جولائی ۲۰۱۲ء کو انتقال کر گئے۔

☆ شورکوٹ میں ہمارے معاون و کرم فرما جناب محمد طارق کی والدہ ماجدہ، انتقال ۲۶/ جولائی ۲۰۱۲ء

☆ حافظ محمد شفیق الرحمٰن (رفیقِ سفر قائد احرار) کی خالہ زاد بہن، انتقال ۱۶/ جون ۲۰۱۲ء

☆ مجلس احرار اسلام اوکاڑہ کے ناظم شیخ مظہر سعید کے عزیز شیخ عبداللہ، شیخ حبیب اللہ اور شیخ حیات اللہ (ساہی وال) کی والدہ ماجدہ۔ انتقال: ۲/ جولائی ۲۰۱۲ء

☆ حاجی محمد بشیر مرحوم، ۸۸ چک گڑھا موڑ

☆ مجلس احرارِ اسلام لاہور کے بزرگ رہنما چودھری محمد اکرام کے چچازاد بھائی محمد عظیم مرحوم: انتقال، ۴؍ جولائی ۲۰۱۲ء

☆ مجلس احرارِ اسلام کراچی کے نائب امیر قاری علی شیر قادری اور محمد ریاض کے والدِ محترم جام اللہ بخش ۸؍ جولائی ۲۰۱۲ء کو گڑھا موڑ (ضلع وہاڑی) میں انتقال کر گئے۔ نمازِ جنازہ سید محمد کفیل بخاری نے پڑھائی۔ عبداللطیف خالد چیمہ، قاری محمد قاسم (چیچہ وطنی) صوفی عبدالشکور احرار، محمد نوید طاہر (بورے والا) محمد لقمان، حافظ محمد طارق (ملتان) مجلس احرار اسلام گڑھا موڑ کے ارکان حافظ گوہر علی، حاجی محمد اقبال، قاری محمد طاہر، صوفی ربنواز، حفیظ اللہ اور علاقہ بھر سے احرار کارکنوں کے علاوہ دینی جماعتوں کے کارکنوں اور شہریوں کی کثیر تعداد نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔ مجلس احرارِ اسلام کراچی کے امیر مفتی عطاء الرحمٰن قریشی، مفتی فضل اللہ حمادی، شفیع الرحمٰن احرار، مولانا احتشام الحق، مولانا عبدالغفور مظفر گڑھی، قاری بشیر احمد نقشبندی اور دیگر کارکنانِ احرار نے قاری علی شیر سے اظہارِ تعزیت کیا ہے اور اُن کے مرحوم والد کے لیے دعاءِ مغفرت کی ہے۔ دریں اثنا حضرت مولانا محمد گل شیر شہید کی بیٹی اور مفتی ہارون مطیع اللہ (کراچی) کی والدہ ماجدہ کے انتقال پر بھی اظہارِ تعزیت کیا ہے۔ مدرسہ عائشہ صدیقہ (کراچی) میں مفتی عطاء الرحمٰن قریشی نے قاری علی شیر کے والد، مفتی ہارون مطیع اللہ کی والدہ اور مولانا عبدالغفور مظفر گڑھی کی اہلیہ کے لیے ایصالِ ثواب اور دعاءِ مغفرت کا اہتمام کیا۔

دعائے صحت

☆ احرار ختم نبوت مشن برطانیہ کے صدر جناب شیخ عبدالواحد علیل ہیں۔ گزشتہ دنوں وکٹوریہ ہسپتال گلاسگو میں زیرِ علاج رہے۔

☆ مجلس احرارِ اسلام کے سیکرٹری جنرل جناب عبداللطیف خالد چیمہ علیل ہیں۔

☆ مجلس احرارِ اسلام ملتان کے قدیم کارکن جناب عزیز الرحمٰن سنجرانی علیل ہیں۔

☆ سیالکوٹ میں ہمارے معتمد بھائی محمد اشرف صاحب اور اُن کی اہلیہ علیل ہیں۔

احباب سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان

30 اگست 2012ء
جمعرات بعد نماز مغرب

ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961

نقشہ برائے ادائیگی زکوٰۃ

مولانا اعجاز صمدانی

(الف) وہ اثاثے جن پر زکوٰۃ واجب ہے:

(۱) سونا (خواہ کسی شکل میں ہو)---------------------------------------مثلاً اِس کی قیمت:-/50,000

(۲) چاندی (خواہ کسی شکل میں ہو)--//-----------/10,000

(۳) مالِ تجارت یعنی بیچنے کی حتمی نیت سے خریدا ہوا مال، مکان، زمین (۱) ------------------- -/300,000

(۴) بینک میں جمع شدہ رقم---/100,000

(۵) اپنے پاس موجود نقد رقم-- -/100,000

(۶) ادھار رقم (جس کے ملنے کا غالب گمان ہو)

خواہ نقد رقم کی صورت میں دی ہو یا مالِ تجارت بیچنے کی وجہ سے واجب ہوئی ہو-------------- -/50,000

(۷) غیر ملکی کرنسی (موجودہ ریٹ سے)--- -/10,000

(۸) کمپنی کے شیئرز جو تجارت (Capital Gain) کی نیت سے خریدے ہوں۔

ان کی پوری قیمت (موجودہ مارکیٹ ویلیو)--- -/50,000

(۹) جو شیئرز نفع (Dividend) کی غرض سے خریدے گئے، ان میں کمپنی کے ناقابل زکوٰۃ اثاثے (Operating Assets) جیسے بلڈنگ، مشینری وغیرہ کو منہا کیا جا سکتا ہے۔

(اور بہتر یہ ہے کہ احتیاطاً ان کی پوری قیمت لگائی جائے)----------------------------- -/50,000

(۱۰) بچت سرٹیفکیٹ جیسے FEBC, NDFC, NIT (صرف اصل رقم پر زکوٰۃ ہوگی) (۲) --- -/100,000

(۱۱) کسی جگہ اپنی امانت رکھوائی ہوئی رقم، سونا، چاندی، مال تجارت------------------------- -/10,000

(۱) اگر بیچنے کی نیت نہ ہو بلکہ کرایہ پر دے کر کمانے کی نیت ہو یا ویسے ہی سرمایہ محفوظ کرنے کے لیے کوئی جائیداد خریدی تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

(۲) اگرچہ موجودہ حالات میں ان کا خریدنا جائز نہیں۔

(۱۲)	کمیٹی (بیسی) میں اپنی جمع شدہ رقم۔ (جبکہ بیسی وصول نہ ہوئی ہو)	10,000/-
(۱۳)	خام مال جو مصنوعات بنا کر فروخت کرنے کے لیے خریدا گیا	200,000/-
(۱۴)	تیار شدہ مال کا اسٹاک	20,000/-
(۱۵)	کاروبار میں شراکت کے بقدر حصہ (قابل زکوٰۃ اثاثوں کی مالیت مع نفع)	50,000/-
	کل مالِ زکوٰۃ کی مالیت رقم کی شکل میں	11,10,000/-

(ب) جو رقم منہا کی جائے گی:

(۱)	واجب الاداء قرضہ(۱) مثلاً	10,000/-
(۲)	کمیٹی (بیسی) کے بقایا جات۔ (اگر یہ کمیٹی مل چکی ہو) 〃	100,000/-
(۳)	یوٹیلیٹی بلز جو زکوٰۃ نکالنے کی تاریخ تک واجب ہو چکے ہوں 〃	10,000/-
(۴)	پارٹیوں کی ادائیگیاں جو ادا کرنی ہوں 〃	100,000/-
(۵)	ملازمین کی تنخواہیں، جو زکوٰۃ نکالنے کی تاریخ تک واجب ہو چکی ہوں	100,000/-
(۶)	گزشتہ سال کی زکوٰۃ کی رقم، اگر ابھی تک ذمہ باقی ہو	10,000/-
(۷)	قسطوں پر خریدی ہوئی چیز کی واجب الاداء قسطیں	10,000/-

وہ کل رقم جو منہا کی جائے گی	3,80,000/-
کل مالِ زکوٰۃ (رقم)	11,10,000/-
وہ رقم جو منہا کی جائے گی	-3,80,000/-
وہ رقم جس پر زکوٰۃ واجب ہے	7,80,000/-
مقدارِ زکوٰۃ: (قابلِ زکوٰۃ رقم کو چالیس پر تقسیم کریں)	18,250/-

نوٹ: یہاں تمام رقوم کو بذریعہ مثال واضح کیا گیا ہے۔ آپ اپنے اموال کی حقیقی قیمت درج کر کے مندرجہ بالا طریقہ اختیار کریں۔ آپ ان اموال کی قیمت درج فرمائیں جو آپ کے پاس موجود ہوں اور مذکورہ نمونے کے مطابق زکوٰۃ کا حساب نکالیں۔

(۱) البتہ وہ بڑے بڑے پیداواری قرضے جن سے نا قابلِ زکوٰۃ اموال خریدے جائیں، منہا نہ ہوں گے۔ (اسلام اور جدید معیشت وتجارت ص ۹۴)

توحید و ختم نبوت
کے علمبردارو
ایک ہو جاؤ!
(سید ابوذر بخاریؒ)

یوم تحفظ ختم نبوت کے مبارک موقع پر

سالانہ تحفظ ختم نبوت کانفرنس لاہور

دفتر احرار 69/c حسین سٹریٹ وحدت روڈ، نیو مسلم ٹاؤن لاہور

7 ستمبر 2012ء جمعۃ المبارک بعد نماز مغرب

زیر صدارت

ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی

سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

زعمأ احرار کے علاوہ تمام مکاتب فکر کے جید علماء کرام دینی جماعتوں کے رہنما اور دانشور خطاب فرمائیں گے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ

احرار کارکن اور عوام بھرپور شرکت فرما کر کانفرنس کو کامیاب کریں

شعبہ نشر و اشاعت

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام لاہور

رابطہ لاہور: 042-35912644 ملتان: 061-4511961 چیچہ وطنی: 040-5485953 چناب نگر: 047-6211523

بیماری اور بیمار پرسی کی مسنون دعائیں

1 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جس وقت ہم میں سے کوئی بیمار ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرتے اور یہ دعا پڑھتے:

اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا۔

''دور کر تکلیف اے خلقت کے پروردگار اور شفا بخش تو ہی شفا دینے والا ہے۔ نہیں ہے شفا مگر آپ ہی کی طرف سے ایسی شفا دے کہ کسی قسم کی بیماری نہ چھوڑے۔'' (مشکوۃ باب عیادۃ المریض فصل اول)

2 حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیمار کے پاس تشریف لے جاتے تو اس طرح اس کی تسلی فرماتے۔

لَا بَاْسَ طَهُوْرٌ اِنْشَاءَ اللّٰهُ ۔ ''کوئی حرج نہیں یہ بیماری تجھے گناہوں سے پاک کریگی۔'' (بخاری و مسلم)

3 رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی کو یہ ارشاد فرمایا کہ مریض مقام درد پر ہاتھ رکھ کر تین دفعہ بسم اللہ کہے، پھر سات مرتبہ مندرجہ ذیل دعاء پڑھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے درد دور ہو جائے گا۔

اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ۔ (مشکوۃ باب عیادۃ المریض فصل اول)

''میں پناہ لیتا ہوں اللہ تعالیٰ کے غلبے اور اس کی قدرت کی ہر اُس تکلیف سے جسے میں پاتا ہوں اور جس کا مجھے آئندہ اندیشہ ہے۔''

4 بیماری میں مبتلا مریض کو دیکھ کر یہ دعا پڑھنے والا تندرست شخص اس بیماری میں مبتلا نہ ہوگا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ عَافَانِيْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِيْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا۔ (ترمذی)

''سب تعریفیں اس اللہ کی جس نے مجھے بچایا اس بیماری سے جس میں تجھے مبتلا کیا اور مجھے اپنی بہت سی مخلوق پر فضیلت دی۔''

5 جو کوئی چھینک کے بعد یہ کہا کرے تو اس کو دانت اور کان کے درد سے بچاؤ رہے گا۔ (حصن حصین ص ۲۶۳ و تحفۃ الذاکرین ص ۲۳۸)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ عَلٰى كُلِّ حَالٍ مَّا كَانَ ''سب تعریفیں اللہ رب العالمین کیلئے ہر حالت پر جیسی بھی ہو۔''

6 پھلبہری، کوڑھ، پاگل پن اور تمام بری بیماریوں سے شفاء کے لئے یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبَرَصِ وَالْجُذَامِ وَالْجُنُوْنِ وَمِنْ سَيِّئِ الْاَسْقَامِ۔

''اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں پھلبہری، کوڑھ، پاگل پن اور تمام بری بیماریوں سے۔'' (ابوداؤد)

7 زہریلے جانور، ہر نقصان اور ہر بیماری سے حفاظت کے لئے یہ دعا پڑھیں:

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔ (مسلم)

''میں اللہ کے کامل کلمات کی پناہ چاہتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی۔''

8 بیماری سے بچنے کے لئے یہ دعا پڑھیں: وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۔ (شعراء: ۸۰) ''اور میں جب بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفاء دیتا ہے۔''

9 دوا کھانے سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اس یقین کے ساتھ پڑھیں کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے انشاء اللہ جلد شفا ہوگی۔

مرتبہ مولانا محمد امین معلم اسلامیات Tel:041-8814908

دعاؤں کے طالب

CARE کیئر
PHARMACY فارمیسی
Trusted Medicine Super Stores

Head Office: Canal View, Lahore